مجالسِ عرفان

یکے از مطبوعات شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی بسلسلہ صد سالہ جشنِ تشکر

سپاسِ تشکّر

شعبۂ اشاعت، کتاب ''مجالسِ عرفان'' کی اشاعت میں مالی معاونت کرنے پر اپنی دو کرم فرما ممبرات کا شکریہ ادا کرتا ہے۔

محترمہ بشریٰ صاحبہ بیگم سیّد محمود احمد صاحب نگران قیادت نمبر ۷ نے اپنی
خوشدامن مکرمہ بشیرہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم سیّد مقبول حسن صاحب کی طرف سے اور
محترمہ انور سلطانہ صاحبہ بیگم محترم ملک مبارک احمد ارشاد صاحب
نے اپنی والدہ مکرمہ عائشہ بی بی صاحبہ، اپنے والد مکرم قاضی عزیز دین آف فیض اللہ چک اپنی خالہ ساس مکرمہ عنایت بیگم صاحبہ، اپنے خُسر مکرم ملک عطا محمد صاحب کی طرف سے مالی معاونت کی۔

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ ان بزرگ مرحومین کی بلندئ درجات، قربانی کرنے والی دونوں ممبرات اور اُن کی آل اولاد کیلئے حسناتِ دارین کے حصول کے لئے دعا گو رہیں۔

جزاھما اللہ تعالیٰ احسن الجزاء فی الدارین خیراً

تصویر سرِ ورق: کراچی میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ مجلس عرفان سے خطاب فرما رہے ہیں محترم چوہدری احمد مختار صاحب (مرحوم) امیر جماعت احمدیہ کراچی ساتھ تشریف فرما ہیں

حضرت مرزا طاہر احمد امام جماعت احمدیہ عالمگیر

کی

مجالسِ عرفان

جو زیرِ اہتمام لجنہ اماء اللہ کراچی منعقد ہوئیں

مرتبہ

امۃ الباری ناصر

یکے از مطبوعات

شعبہ اشاعت لجنہ اماءِ اللہ کراچی بسلسلہ صد سالہ جشنِ تشکر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

جماعت احمدیہ عالمگیر کے قیام پر ۱۹۸۹ء میں سو سال پورے ہونے پر صد سالہ جشنِ تشکر کے مبارک و مسعود موقع پر لجنہ اماءِ اللہ ضلع کراچی کو کتب کی اشاعت کی توفیق مِل رہی ہے۔ زیرِ نظر کتاب اس منصوبہ کی بائیسویں پیشکش ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ

"مجالسِ عرفان" حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے فروری ۱۹۸۳ء اور فروری ۱۹۸۴ء کے قیامِ کراچی کے دوران سوال جواب کی محافل کی ایک تحریری پیشکش ہے۔ حضورؒ کے قیام کے دوران ہر روز عید کا سماں رہتا اور علم و عرفان کے چشمے اُبلتے رہتے تھے۔ ممبرات لجنہ کراچی نے اپنے حلقۂ اثر تک اس روحانی فیضیابی کے اثرات پھیلانے کیلئے غیر از جماعت خواتین کو بھی مدعو کیا۔ ہر طبقۂ فکر سے ہر تعلیمی معیار کی خواتین کو اپنے ذوق کے مطابق سوال کرنے کا موقع دیا گیا۔ حضور ایدہ الودود کے مدلّل، دلنشین اور عام فہم جوابات سے مہمان خواتین خوش کن اثر قبول کرتی رہیں۔ ان سوالات و جوابات کو کیسٹس میں محفوظ کر لیا گیا تھا۔ کیسٹس سے ضبطِ تحریر میں لا کر شعبۂ اشاعتِ پاکستان سے منظوری کے بعد لجنہ کراچی اس امانت کو قارئین کے استفادہ کے لئے پیش کر کے اپنا فرض ادا کر رہی ہے۔ خدا کرے یہ روحانی مائدہ ازدیادِ علم و عرفان کا باعث بنا رہے۔

آمین اللّٰھم آمین

سلیمہ میر
صدر لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی

عرض حال

حضور ایدہ الودود کے قیام کراچی کے دوران گیسٹ ہاؤس کا مخصوص رحمت بار ماحول، سراپا شوق احبابِ جماعت کی آمدورفت سے گہما گہمی، باجماعت قیام و سجود اور علم و عرفان کا موّاج سمندر سب کچھ دیکھنے اور سننے سے تعلق رکھتا تھا۔ ہم نے اسے پڑھنے کی چیز بنا کر زیرِ نظر کتاب "مجالسِ عرفان" کی صورت میں آپ کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ عزیزہ منصورہ انجم بنت عصمت اللہ صابر صاحب اور خاکسار نے سوالات و جوابات کو کیسٹس سے صفحۂ قرطاس پر منتقل کیا، محترم ناظر صاحب شعبۂ اشاعت پاکستان نے "قابلِ اشاعت ہے" کی سند دے کر شعبۂ زود نویسی کو دکھانے کا مشورہ دیا، محترم یوسف سلیم ملک صاحب نے بہت احتیاط اور توجہ سے مسوّدے کی اصلاح کر کے تحریر فرمایا۔

"لجنہ کراچی نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے عارفانہ کلام کو شائع کرنے کا جو بیڑہ اُٹھایا ہے اُس پر آپ ہمارے دلی شکریے اور مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی سعی کو قبول فرمائے، بہترین جزا دے اور اپنے فضلوں سے نوازے۔ خاکسار نے مسوّدے کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے۔ کیسٹ سے مسودہ تیار کرنے میں بڑی محنت کی گئی ہے ...."

خاکسار نے محترم موصوف کی ہدایات کے مطابق مسودے میں ردّو بدل کیا، محترمہ بیگم شریف وڑائچ صاحبہ نے خوشخط تحریر کیا، پروف ریڈنگ میں خاکسار کی مدد عزیزہ محترمہ امۃ الشکور امجد بیگ صاحبہ نے کی، اور طباعت کے سارے مراحل حسبِ معمول محترم داؤد احمد قریشی صاحب کے زیرِ اہتمام سرانجام پائے۔

فجزاھم اللّٰہ تعالیٰ احسن الجزاء فی الدارین خیراً۔
خدا تعالیٰ ہماری حقیر مساعی کو قبول فرمائے اور بیش از بیش مقبول خدمت دین کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔ آمین۔ اللّٰھم آمین۔

نقشِ ثانی

خدا تعالیٰ کے فضل و احسان سے "مجالسِ عرفان" بیحد مقبول ہوئی محترم ہادی علی صاحب ایڈیشنل وکیل التبشیر نے لندن سے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات کے مطابق اس کتاب کے متعلق تحریر کیا۔

"جہاں تک اس کتاب کی افادیت اور حیثیت کا تعلق ہے بلاشبہ بے مثال ہے کیونکہ تربیتی پہلوؤں پر بہت ہی مدلل اور بصیرت افروز مواد اس میں موجود ہے اسلئے خصوصاً پاکستانی معاشرہ میں اسکی از حد ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ اسکے فیض کو عام فرمائے اور بہتوں کی ہدایت کا موجب بنائے۔ جہاں تک لجنہ اماء اللہ کراچی کے شعبۂ اشاعت کی محنت کاوش اور اس دور میں گراں قدر دلیرانہ قلمی خدمات کا تعلق ہے قابلِ رشک اور قابلِ تقلید ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو بہترین جزا دے اور اس علمی سرمایہ سے ہر ایک کو فیضیاب ہونے کی توفیق دے یہ سارا علمی سرمایہ ہر گھر کی ضرورت ہے۔"

ان حوصلہ افزا کلمات کے ساتھ محترم موصوف نے مزید اصلاح کی گنجائش کی طرف بھی توجہ دلائی۔ کام کی اہمیت اور نزاکت کے پیشِ نظر محترم امیر صاحب جماعت احمدیہ کراچی سے استعانت کی استدعا کی گئی۔ آپ نے محترم محمد یٰسین صاحب لکھنوی کی خدمات حاصل کیں چنانچہ محترم موصوف نے کتاب کا از سرِ نو بنظرِ غائر جائزہ لیا اور ترمیم و اصلاح کی۔ خدا تعالیٰ اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

خاکسار امۃ الباری ناصر
سیکرٹری اشاعت لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی

فہرست سوالات

(۲) مجلس عرفان منعقدہ ۷ر فروری ۱۹۸۴ء میں غیر از جماعت خواتین کی طرف سے کئے گئے سوالات اور اُن کے جوابات

(۳) مجلس عرفان منعقدہ ۱۴، ۱۹؍ فروری ۱۹۸۳ء میں ممبرات لجنہ کراچی اور بعض غیر از جماعت خواتین کی طرف سے عرض کئے چند سوالات اور اُن کے جوابات

(۱) مجلسِ عرفان منعقدہ ۲۷ فروری ۱۹۸۳ء
میں غیر از جماعت خواتین کی طرف سے کئے گئے
سوالات اور ان کے جوابات

۲۷ فروری ۱۹۸۳ء سوا پانچ بجے شام گیسٹ ہاؤس کے سبزہ زار میں خواتین کی ایک مجلس سوال و جواب منعقد ہوئی جس میں سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے غیر از جماعت خواتین کے متعدد سوالوں کے جواب دیئے اِس مجلس میں بڑی دلچسپ اور پُر مغز گفتگو ہوئی ۔ مہمان خواتین میں کالجوں کی چند پروفیسرز اور سینئر طالبات بھی شامل تھیں ۔ اس محفل کی دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ رات آٹھ بجے تک جاری رہی اور اس کے خاتمے پر شامل ہونے والی خواتین تشنگی محسوس کر رہی تھیں ۔

مجلس کی ابتداء ہی بہت اہم سوال سے ہوئی ۔ ایک بہن نے پوچھا۔

خاتم النبیّین کے متعلق آپ کا کیا عقیدہ ہے ؟

حضور ایدہ الودود نے فرمایا۔

دستور پاکستان کے مطابق ختم نبوّت کی تعریف

خاتم النبیینؐ کی جو تعریف ہمارے مخالف تمام فرقوں کے (موجودہ زمانے کے[1])
علماء کی متفقہ تعریف ہے وہ پاکستان کی Constitution (آئین) کا حصّہ بن چکی ہے۔
اس تعریف کی رو سے خاتم النبیینؐ کا مطلب یہ ہے کہ ایسا رسول آگیا جو زمانی لحاظ
سے آخری ہے۔ جس کے بعد ہر قسم کی نبوّت ہمیشہ کے لئے ختم ہو چکی ہے اور آئندہ
دُنیا کبھی کسی نبی کا منہ نہیں دیکھے گی خواہ وہ اُمتی ہو یا غیر اُمتی ہو، ماتحت ہو یا غیر ماتحت
ہو۔ اس میں کوئی شرط نہیں۔ پرانی یا نئی ہر قسم کی نبوت ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی۔ یہ ترجمہ
ہے آیت خاتم النبیینؐ کا۔ آج کل کے علماء کا اور ہمارا یہ ترجمہ نہیں ہے۔
پہلے اس سے کہ میں اپنا ترجمہ بتاؤں اور اسکی تائید میں Evidence (ثبوت) پیش کروں۔
(موجودہ زمانے کے مخالف علماء) کے ترجمے کے اوپر میں کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں اور اتنے قطعی اور یقینی
حوالے دوں گا جو ہر فریق کو لازماً اس طرح مسلّم ہیں کہ آج دنیا کا بڑے سے بڑا عالم بھی ان
حوالوں پر اعتراض نہیں کر سکتا۔

لفظ خاتم کی تشریح میں خود آنحضرتؐ کے دو ارشادات

سب سے پہلی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہو گی۔ حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم پر آیت خاتم النبیینؐ نازل ہوئی۔ آپؐ سے بہتر آیت خاتم النبیینؐ
کا مفہوم کوئی نہیں سمجھ سکتا پھر وہ عرب مسلمان جو آپؐ کی صدی میں پیدا ہوئے۔ پھر جو
اس کے بعد روشنی کے زمانہ میں آئے اور پھر جو تیسری صدی میں پیدا ہوئے۔ ان کی
بات کو لازماً زیادہ وقعت دی جائے گی بہ نسبت آج کل کے علماء کے۔ اگر یہ مسلّمہ

[1] اوپر ہر دو قوسین کے درمیان کے الفاظ وضاحت کی خاطر زائد کئے گئے ہیں۔

ہے۔ اور میرے نزدیک یہ مسلّمہ ہے۔ دُنیا کا کوئی مسلمان آج یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ ان کی باتوں کے مقابل پر آج کے کسی عالم کی بات قابلِ پذیرائی ہے یعنی شنوائی کے لائق ہے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ خاتم کے لفظ کو اس طرح استعمال فرمایا کہ اس کا وہ ترجمہ ہو نہیں سکتا جو آج ہم پر ٹھونسا جا رہا ہے اس کو وہ مضمون Totally رد کرتا ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ میں اس وقت بھی خاتم النبیّین تھا جبکہ آدم اپنی تخلیق کے ابتدائی مراحل میں تھا۔ آپؐ کا محاورہ یہ ہے اپنی تخلیق کی مٹی میں لت پت تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر خاتم کے لفظ میں آخریت پائی جاتی ہے۔ کہ اس کے بعد کوئی نبی کسی قسم کا آ نہیں سکتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو آغاز انسانیت سے بلکہ آغازِ زندگی سے بھی پہلے خود فرما رہے ہیں کہ مَیں خاتم النبیّین تھا۔ اس کے بعد کسی نبی کو نہیں آنا چاہیئے تھا۔

دوسرا موقعہ ہے جبکہ حضرت علیؓ کو مخاطب کر کے حضورؐ نے فرمایا اَنَا خَاتَمُ الاَنبیاءِ وَاَنْتَ یَا عَلی خَاتَمُ الاولیاء

ایک ہی بریکٹ میں دونوں لفظ خاتم کے مضاف کئے ہیں نبی کی طرف اور ولی کی طرف فرمایا اے علیؓ میں خاتم الانبیاء ہوں اور تو خاتم الاولیاء ہے۔ اب ہم علماء سے یہ گزارش کرتے ہیں اور کرتے چلے آئے ہیں کہ آپ جو چاہیں خاتم کا ترجمہ کر کے ان دونوں پر فٹ کر کے دکھا دیں۔ حضور اکرمؐ کا کلام ہے۔ اور ایک ہی بریکٹ میں دونوں لفظوں کا استعمال فرمایا ہے اور لفظ خاتم میں کوئی تبدیلی نہیں۔ صرف نبیوں کا خاتم اور ولیوں کا خاتم۔ اس لئے خاتم کا ترجمہ تبدیل نہیں ہوگا۔ ولی اور نبی کا صرف مفہوم بدلے گا۔ اگر یہ ترجمہ درست ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہیں کہ میرے بعد آئندہ قیامت تک کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آئے گا اور نبوت کی صف لپیٹی گئی۔ اب کبھی دُنیا کسی اور

نبی کا منہ نہیں دیکھے گی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے قول کا اسی طرح پر معنی بنے گا کہ اے علیؓ تجھ پر ولایت ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی۔ . . . .

. . . .

یہ ہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو استعمالات ۔

دُنیائے عرب کے نزدیک خاتم کے معنے

اب سنئے دنیائے عرب نے ان الفاظ کا کن معنوں میں استعمال کیا ہے ۔ مثال کے طور پر پہلی دوسری اور تیسری صدیوں کے عربوں کو دیکھیں کہ انہوں نے ہر نیکی پر فضیلت کے لئے لفظ خاتم استعمال کیا اور ایک جگہ بھی وہ معنی نہیں بیٹھتا جو آج ہمیں بتایا جا رہا ہے کہ یہ درست معنی ہے ۔ مثلاً متنبیؔ کو خاتم الشعراء کہا گیا ۔ مثلاً بوعلی سینا کو خاتم الاطباء کہا گیا ۔ اسی طرح خاتم الفضلاء بھی آ گئے ۔ خاتم الحکماء بھی آ گئے ۔ حکیم اجمل خان تک کو بھی خاتم الاطباء قرار دیا گیا اور آج تک ان کے نسخوں (بیاض) پر یہی لکھا ہوا ہے ۔ تو سوال یہ ہے کہ اگر لفظ خاتم میں زمانی لحاظ سے آخریت کا معنی پایا جاتا ہے تو ان سب استعمالات کا مطلب یہ ہوگا کہ اُمّت محمدیہؐ میں آنحضورؐ کے اوپر نبوت ان معنوں میں ختم ہو گئی کہ کوئی نبی نہیں آئے گا تو حضرت علیؓ پر بھی ولایت ختم ہو گئی ۔ اب اُمت میں کوئی ولی نہیں آئے گا ۔ متنبیؔ پر شاعری ختم ہو گئی ۔ بوعلی سینا پر طبابت ختم ہو گئی ۔ اور اسی طرح استعمالات ہیں جو ہم نے حوالے کے ساتھ درج کئے ہیں اور ان تمام استعمالات میں ایک جگہ بھی کوئی عالم زمانی لحاظ سے آخری کا ترجمہ کر نہیں سکتا کیونکہ اگر کرے گا تو اس کے بعد ہمیشہ کے لئے وہ چیز ختم ہو جاتی ہے ۔ یہ تو ہے میری اس ترجمہ پر تنقید ۔ اب سُنیئے ہم کیا ترجمہ کرتے ہیں اور اس کی کیا سند ہے ۔

ختم نبوّت کی حقیقت

خاتم کا معنی عرب ہمیشہ بہترین زمانی لحاظ سے نہیں بلکہ مقام کے لحاظ سے آخری کا لیتا ہے۔ وہ جس کے اوپر اس چیز کا مقام ختم ہو جائے۔ وہ مضمون ختم ہو جائے اور یہ محاورہ عربی کا بعینہٖ اسی طرح ہے جس طرح اُردو میں ہم کہتے ہیں۔ اس پر بات ختم ہو گئی۔ انگریزی میں کہتے ہیں Is the last of thing یہ دنیا کی زبانوں کا ایک محاورہ ہے جو مضمون کے لحاظ سے آخری بتاتا ہے۔ نہ کہ زمانی لحاظ سے۔ ان معنوں میں ہمارا ترجمہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ سب نبیوں سے افضل ہیں۔ ان پر نبوّت کا مضمون ختم ہو گیا۔ نبوّت جو کچھ انسان کو عطا کر سکتی تھی۔ اس سے زیادہ نہیں کر سکتی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سے خاتم النبیین تھے جبکہ ابھی آغاز انسانیت بھی نہیں ہوا تھا۔ اس وقت بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں عائد ہوتا۔ اس لئے خاتم کی یہ تعریف Timeless ہے۔ اور ولایت کے اوپر بھی بعینہٖ درست بیٹھتی ہے، شاعری پر بھی درست بیٹھتی ہے دوسرا معنیٰ خاتم کا جو ہم لیتے ہیں وہ ہے سند۔ اسی لئے بعض جگہ قرآن کریم میں Seal of Prophet ترجمہ کیا گیا ہے۔ اور وہ مضمون انگوٹھی سے لیا گیا ہے۔ کیونکہ خاتم کا لفظی ترجمہ انگوٹھی ہے انگوٹھی کو پرانے زمانوں میں مُہر کے لئے Seal کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ تو دوسرا معنی خاتم کا یہ بنتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول سند ہے، نبوّت میں آپ کا فعل سند ہے۔ نبوّت میں کسی اور نبی کے اوپر حضورؐ کی نبوّت نہیں پرکھی جا سکتی مگر حضورؐ پر ہر نبیؑ کی صداقت پرکھی جا سکتی ہے۔ یہ مضمون شاعری میں بھی برابر بیٹھتا ہے۔ طبابت میں بھی برابر بیٹھتا ہے، ہر مضمون میں صحیح اُترتا ہے۔ اب

آپ کسی شاعر کو سند کہتے ہیں تو مراد ہے کہ اس کے کلام پر دوسرے کا کلام پرکھا جائے گا، اس کو فضیلت ملے گی۔ ان معنوں میں آپ جہاں تک محاورۂ عرب پر غور کریں گی ہر جگہ بلا استثناء یہ معنی ٹھیک بیٹھے گا۔ ایک بھی استثناء کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ تیسرا معنی ہم یہ لیتے ہیں کہ انگوٹھی زینت کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے۔ دُنیا میں ہر قوم میں زینت کے طور پر استعمال ہوتی ہے اور عرب خاتم کے لفظ کو بطور زینت کے بھی استعمال کرتا تھا۔ ان معنوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کا یہ معنی بنے گا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو زمرہ انبیاء کی رونق آگئی۔ انبیاء کی زینت آگئی۔ جس سے یہ محفل سجی۔ اگر آپ نہ آئے ہوتے تو یہ محفل بے رونق رہتی۔ اس طرح ولایت کے مضمون یہ معنی بنے گا کہ اے علیؓ تو آیا تو ولیوں کی محفل میں رونق آئی۔ تو نہ ہوتا تو یہ محفل خالی رہتی۔ یعنی اس مجلس میں شان نہ پیدا ہوتی۔ شاعروں کے اوپر بھی آپ لگا کر دیکھ لیجئے۔ اطباء پر بھی لگا کر دیکھ لیجئے۔ بات تو وہ درست ہوتی ہے۔ جو ہر جگہ صحیح بیٹھے۔ اب گز تو ریشم کو بھی ویسے ہی ناپتا ہے جیسے لٹھے کو ناپتا ہے۔ وہ گز تو قابل اعتبار نہیں ہوگا جو ریشم کی دفعہ لمبا ہو جائے اور لٹھے کی دفعہ چھوٹا ہو جائے۔ پس اگر آپ دیانتداری اور تقویٰ کے ساتھ خاتمیت کا مفہوم سمجھنا چاہتی ہیں تو تمام عرب محاورے کو اور آنحضرتؐ کے اپنے محاورے کو اس کی فلاسفی کو سمجھئے اور استعمال کر کے دیکھ لیں۔

ایک اور معنی ہے خاتمیت کا جس میں زمانی لحاظ سے آخریت پائی جاتی ہے لیکن وہ کیوں؟ مَیں آپ کو بتاتا ہوں۔ اور ان معنوں میں بھی ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم تسلیم کرتے ہیں۔ وہ شخص جس کا کلام درجہ کمال کو پہنچ جائے، وہی اپنے مضمون کا خاتم ہوتا ہے۔ اس کے سوا کوئی اور ادنیٰ کلام والا اپنے مضمون

کا خاتم نہیں بن سکتا۔ اگر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت درجہ کمال کو نہ پہنچی ہوتی تو آنحضورؐ کو خاتم کہنا درست نہیں تھا۔ اس لئے خاتم میں آپ کی شریعت کا کمال شامل ہے اور اس کی سند کے طور پر ہم قرآن کریم کی وہ آیت پیش کرتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔

کہ آج ہم نے دین کو کامل کر دیا اور کمال کے اوپر اضافہ نہیں ہو سکتا نہ اس میں نفی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ نفی ہو گی تب نقص پیدا ہو گا۔ اضافہ ہو گا تب نقص پیدا ہو گا۔ تو لازم ہے کہ جو بھی صاحب خاتم ہو اس کا دین یا اس کا کلام جن معنوں میں بھی وہ ہے وہ قیامت تک جاری رہے۔ اور کسی ترمیم کی اس میں گنجائش نہ ہو۔ پس ان معنوں میں بھی ہم حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم مانتے ہیں کہ آپ کے بعد قیامت تک اب کوئی شریعت نہیں آسکتی کسی اور رسول کا حکم آپ کے حکم کے سوا نہیں چل سکتا۔ دین کامل ہو گیا اور اس دین کی حفاظت کا وعدہ ہو گیا۔ اس لئے اب قیامت تک یہ سکہ جاری رہے گا۔ یہ چار معنی ہیں خاتم کے جو ہمارے نزدیک درست اور محاورہ عرب سے ثابت ہیں اور معقولیت رکھتے ہیں۔

بعض بزرگان سلف کا بھی وہی مسلک ہے جو جماعت پیش کرتی ہے

آخریت کے معنی محض زمانی لحاظ سے اس لئے بھی غلط ہیں کہ گزشتہ چوٹی کے علماء ہر فرقے کے جس میں شیعہ آئمہ بھی شامل ہیں، سُنّی بزرگ بھی۔ اس درجے کے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت ابن عربی، حضرت شیخ عبدالقادر کردستانی،

حضرت مُلّا علی قاری، اُس مقام کے لوگ اس آیت کا لبعینہٖ یہی ترجمہ کر چکے ہیں جو ہم کر رہے ہیں۔ ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جو آدھے گھنٹے میں ختم کیا جا سکتا ہے۔ اس میں تمام گزشتہ اُمّت کے چوٹی کے بزرگوں کے حوالے موجود ہیں جو اس مضمون سے متعلق ہیں۔ جو مَیں بیان کرنے لگا ہوں کہ خاتم النبییّن کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر قسم کی نبوّت ہمیشہ کے لئے بند ہو گئی ہے۔ یہ اس سے بات شروع کرتے ہیں۔ اہلِ علم کے نزدیک یہ نہیں ہے۔ عوام الناس یہ سمجھتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ کیا ہے پھر مطلب ؟ مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی شریعت آخری ہو گئی۔ اب کوئی بھی صاحبِ شریعت نبی نہیں آسکتا۔ ہاں اُمتی ہو تو آسکتا ہے۔ اتنی کُھلی بات اگر سَو فیصدی قطعی حوالوں سے ہم گزشتہ بزرگوں کے متعلق ثابت کر دیں تو اب انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ یا تو اسی تلوار سے ان کو بھی کاٹو یا ہماری گردن بھی آزاد کرو۔ یہ پھر کیسی بے انصافی ہو گی کہ وہی بات جو آپ کے مسلّمہ بُزرگ ہمیشہ سے کہتے چلے آئے اس پر وہ مسلمان کے مسلمان رہے اور آج وہی بات کہنے پر ہم کافر ہو گئے اور جو ان کے مخالف باتیں کر رہے ہیں۔ وہ مومن کے مومن ٹھہرے۔ اس لئے انصاف کے تقاضے پورے ہونے چاہئیں۔

اگر تحقیق چاہتی ہیں تو ان حوالوں کو دیکھیں اور پھر سوچیں کہ آخر اس کا کیا مطلب بنتا ہے۔ آج کی دُنیا میں بھی لفظ خاتم کے مفہوم کو سمجھنے کے لئے بھی ایک آسان طریقہ آپ کو بتاتا ہوں۔ مَیں نے خود استعمال کر کے دیکھا ہے۔ آپ بھی بغیر کسی عالم دین یا عرب کو بتائے بغیر اس سے ایک سوال کریں گی تو اس سے آپ اپنا مطلب پا جائیں گی۔

مَیں نے یہ طریق اختیار کیا۔ یونیورسٹی آف لنڈن کے ہمارے جونیئر پروفیسر

تھے۔ ان کے سامنے عمداً آخری کے معنوں کا جو ترجمہ تھا۔ اس میں لفظ خاتم استعمال کیا اور اُنہوں نے کاٹ دیا کہ غلط ہے۔ مثلاً بہادر شاہ ظفر مغلیہ خاندان کا آخری بادشاہ تھا۔ زمانے کے لحاظ سے۔ لیکن بہترین نہیں تھا آپ یہ ترجمہ کر لیجئے۔ اُردو میں یا انگریزی میں۔ مُغلیہ خاندان کا آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر تھا۔ اور کسی عرب سے ترجمہ کروا لیجئے۔ وہ کبھی کسی قیمت پر خاتم السلاطین من سلاطین مُغلیہ نہیں کرے گا۔ کیوں نہیں کرے گا۔ وہاں دل گواہی دیتا ہے۔ عرب کا محاورہ لوٹ آتا ہے واپس۔ وہ جانتے ہیں کہ خاتم بہترین کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اور اگر اس کے یہ معنی نہیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین ہونے کی آیت پھر اور کونسی رہ جاتی ہے؟ سارے قرآن کریم میں یہی آیت ہے۔ جو سَو فیصدی قطعیت کے ساتھ اور وضاحت کے ساتھ آپؐ کو اگلوں اور پہلوں سب سے اعلیٰ اور سب سے افضل قرار دیتی ہے۔ اس آیت کے ایسے معنی کر لینا جو محض اتفاقی حادثے سے تعلق رکھنے والے ہوں یعنی آخریت زمانہ اس کی کوئی بھی حقیقت نہیں۔ چنانچہ مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دیوبند[1] اسی بارے میں قلم اُٹھاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ خاتم النبیین کا محض آخری ترجمہ کرنا زمانہ کے لحاظ سے کوئی بھی فضیلت اپنے اندر نہیں رکھتا۔ اور یہ مقام مدح ہے اس لئے یہ ترجمہ مقام مدح کے خلاف ہے۔ خاتم کا معنی ہے بہترین، سب سے اعلیٰ، سب سے افضل۔ یہ کل تک کی آوازیں تھیں۔ یعنی دیوبند جب بنایا گیا ہے۔ اس کے بانی کا میں قول بیان کر رہا ہوں۔ اور یہ سارے حوالے ہم آپ کے سامنے رکھتے ہیں آپ بے شک تحقیق کر لیجئے۔

[1] یہ حوالہ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کے رسالہ تحذیر الناس میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اسی مضمون کے مطابق یہ حوالہ مولانا عبدالحیٔ صاحب فرنگی محلی کی کتاب دافع الوسواس فی اثر ابن عباس میں دیکھا جا سکتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور فضیلت

اس لئے جماعت احمدیہ کے نزدیک خاتمیت کے معنی تین معنوں میں یہ بات بنے گی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت آخری ہے، آپؐ کی سُنّت آخری ہے، آپ کا قول قیامت تک سَند بنا رہے گا۔ کوئی اس سے انحراف نہیں کرسکتا۔ اُمت محمدیہؐ میں اطاعتِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نتیجے میں درجہ بدرجہ تمام انعامات کُھلے ہیں۔ اس شرط کے ساتھ کہ مطیع ہو۔ اگر کم مطیع ہوگا تو کم انعام ملے گا، اگر زیادہ ہوگا تو زیادہ ملے گا اور انتہائی اطاعت کے نتیجے میں نبوّت بھی منع نہیں ہے۔ یہ ہے ہمارا دعویٰ اس کے ثبوت میں ہم ایک اور آیت پیش کرتے ہیں جو قرآن کریم میں بالکل مضمون کو کھول دیتی ہے۔

سورۃ النساء کی وہ آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ (النساء - ۷۰)

ایک حیرت انگیز انقلابی اعلان ہے۔ فرماتا ہے۔ آج کے بعد جو بھی اللہ کی اور اس رسول یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا۔ باقی سارے رسول اطاعت کے معاملے میں کٹ گئے۔ ہمیشہ کے لئے ان سے آزادی دلادی۔ اس آیت میں، اب کے بعد قانون یہ ہے کہ جو بھی اللہ کی اور اس کے رسول یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔ یہاں اُولٰٓئِكَ حصر کا صیغہ ہے اب صرف یہی لوگ ہوں گے جو انعام پانے والوں میں شمار کئے جائیں گے۔ ایک بھی باہر نہیں ہے۔ اور کسی اطاعت کے نتیجے میں انعام نہیں مل سکتا۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ کی اطاعت باقی

اطاعتوں سے آزاد بھی کرتی ہے، اور ہر انعام کی ضمانت دیتی ہے۔ لیکن انعام کیلئے۔ یہ آیت ابھی ختم نہیں ہوئی چل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا ○

چار ہی انعام ہیں رُوحانی دُنیا کے نبوت، صدیقیت، شہادت اور صالحیت اور اس اطاعت کی کھڑکی سے جو داخل ہو رہا ہے اُس کے لئے یہ آیت سب سے بڑا انعام نبوت بیان کر رہی ہے۔ اب بتلیئے کہ اگر نعوذ باللہ من ذالک اس کا وہ مفہوم درست تھا تو اللہ تعالیٰ بھول تو نہیں سکتا کہ ابھی میں تین انعام صرف کھول چکا ہوں اور چوتھا بند کر بیٹھا ہوں۔ اور پھر یہ اعلان کردے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اتنی عظیم الشان ہے کہ چاروں انعاموں میں سے ایک بھی بند نہیں کرتی۔ اس آیت کو کہاں لے جائیں گے۔ اس لئے ہمارے نزدیک قطعیت کے ساتھ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا مقام اتنا بلند ہے کہ غلام نبی یعنی محمد مصطفیٰؐ کا غلام نبی آسکتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ اطاعت کامل ہو اور یہ منع نہیں ہے۔ اگر منع ہو جاتا تو یہ آیت نہ ہوتی۔

حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کی اصل حقیقت

اب ہے حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ اس مضمون پر جب ہم گفتگو کرتے ہیں تو اکثر علماء ہٹ کر فوراً حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میں پناہ لیتے ہیں۔ اور حدیث کے الفاظ بظاہر بڑے سخت ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ کلیۃً ہر قسم کی نبوت کو وہ حدیث بند کر رہی ہے۔ اور وہ حدیث سارے پاکستان کی مساجد

میں ۱۹۷۴ء میں بالخصوص پیش کی گئی۔ وہ حدیث یہ ہے کہ میرے بعد تیس ۳۰ دجال آئیں گے۔ وہ سب جھوٹے ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک یہ زعم کرے گا کہ وہ نبی اللہ ہے۔ لیکن وہ نبی نہیں ہوگا۔ وَلَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ یہ ہے وہ حدیث جس کے بعد علماء کہتے ہیں اب بتاؤ اب کس طرح تم اس حدیث کے دائرے سے نکل سکتے ہو۔ ہم کہتے ہیں......... ہم ہرگز نہیں نکلیں گے۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ کے کلام کے دائرے سے نکلنا ہلاکت ہے۔ ہم سو فیصدی اس حدیث کو تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن آپ سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ اس مضمون پر آنحضورؐ نے کچھ اور بھی فرمایا ہے۔ اس کو بھی تو ساتھ دیکھئے۔ ایک متکلم کے آدھے کلام کو لے لینا اور آدھے کو چھوڑ دینا یہ تقویٰ کے بھی خلاف ہے۔ اور انصاف کے بھی خلاف ہے۔ اگر نبوت کے مضمون پر صرف یہی حدیث ہوتی تو ٹھیک ہے بات ختم ہو جاتی۔ ہم سمجھتے عربوں کو خاتم کا محاورہ نہیں آتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریح کر دی مگر حضورؐ نے کچھ اور بھی تو فرمایا ہے۔ چنانچہ مُلّا علی قاری نے جو علمائے اہل سنت میں سب سے چوٹی کا مقام رکھتے ہیں اور ان کو علماء کا بھی امام سمجھا جاتا ہے۔ انہوں نے بعض اور حدیثیں اکٹھی کر کے یہ مسئلہ کھول دیا ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ ایک طرف یہ حدیث ہے اور دوسری طرف ایک اور حدیث ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا ابراہیم جب خدا کو پیارا ہوا تو اس کو لحد میں اتارتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر جو خاص ایک مقام ہوتا ہے خدا کے خوف کا اور تقویٰ کا یہ کلمہ فرمایا

"لَوْ عَاشَ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَبِيًّا"

یہ میرا بیٹا اگر زندہ رہتا تو لازماً سچا نبی بنتا

مُلّا علی قاری کہتے ہیں کہ کوئی اگر یہ کہے کہ اس لئے خدا نے مار دیا کہ نبی نہ بن جائے۔ تو اس سے زیادہ لغو معنی ہو ہی نہیں سکتے۔ اوّل تو خدا انعام سے محروم کرنے کے لئے کسی کو مارا نہیں کرتا۔ دوسرے انعام دینا اس کے اپنے بس میں اپنی طاقت میں تھا۔ کوئی زبردستی تو نہیں لے سکتا نبوّت، یہ تو موہبت ہے۔ فضل ہے محض۔ کوئی کمائی کا ذریعہ تو نہیں ہے کہ آپ نے یہ کما لیا۔ اس لئے لازمًا نبوّت پا لیں گے۔ تو موہبت پر یہ فقرہ بولا ہی نہیں جا سکتا۔ اللہ تعالےٰ نہیں دینا چاہتا تو نہ دیتا۔ دوسرے وہ کہتے ہیں کہ مضمون کا سیاق و سباق بتا رہا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگر خاتمیت کا معنی زمانی لحاظ سے آخری سمجھتے تو ہرگز یہ فقرہ نہ بولتے۔ آپؐ کو پھر یہ کہنا چاہیئے تھا کہ کیونکہ ہر قسم کی نبوت ہمیشہ کے لئے بند ہو گئی ہے۔ اس لئے میرا بیٹا ہزار سال بھی زندہ رہتا تو نبی نہ بنتا۔ پچھلے سارے مقام پالیتا۔ لیکن نبوت چونکہ بند ہو گئی ہے اس لئے نہ بنتا۔ یہ کہنے کے بجائے فرماتے ہیں۔ اگر یہ زندہ رہتا تو نبی بن جاتا۔ پھر اور بھی حدیثیں ان کے سامنے آئیں۔ انہوں نے کہا ایک عجیب بات ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ایک آدمی کو یہ کہتے سُنا کہ " لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ "۔ آنحضرتؐ کے بعد کبھی کسی قسم کا نبی نہیں آئے گا۔" حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے ان کو بلایا اور فرمایا

" قُوْلُوْا اِنَّہٗ خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ وَ لَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ "

یہ تو کہا کرو کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں یہ نہ کہا کرو کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

کہتے ہیں آخر اُن کو کیا خطرہ پیدا ہوا جس کو دور کرنے اور سمجھانے کے لئے اُنہوں نے یہ طریق استعمال کیا۔ اس کے بعد وہ محاکمہ کرتے ہیں اور وہ

احمدی تونہیں تھے سینکڑوں سال پہلے وہ وفات پاچکے ہیں علمائے اہلسنت میں سے تھے۔ کہتے ہیں اس کا اصل اس کی حقیقت اس طرح ظاہر ہوتی ہے، اس کا تضاد اس طرح دور ہوتا ہے کہ بَعْدِی کا مفہوم ہے کہ میرے مخالف مجھے چھوڑ کر میرے سوا چنانچہ اس کی تائید میں وہ قرآن کریم کی یہ آیت پیش کرتے ہیں۔

فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَ اللّٰہِ وَ اٰیَاتِہٖ یُؤْمِنُوْنَ ۝

اللہ اور اس کے نشانوں کے بعد پھر وہ کیا مانیں گے۔

فرماتے ہیں۔ اللہ کے بعد تو کوئی نہیں ہوتا۔ وہ تو ازلی ابدی ہے اسی طرح وہ اور عرب محاورے بھی بتاتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ اس حدیث میں بعد کا معنی ہے میرے خلاف، مجھے چھوڑ کر، میری شریعت سے ہٹ کر، اور یہ معنی باقی تمام احادیث کے ساتھ مطابقت کھا جاتا ہے۔ پس یہ ہے بنیاد کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے کلام میں تضاد نہیں ہو سکتا اس لئے وہی معنی کرنا پڑے گا جس کا تضاد دوسری احادیث سے نہ ہو۔

اب اس مضمون کی دوسری احادیث سُنیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسیح ابن مریم نازل ہوگا اور وہ نبی اللہ ہوگا۔ آنے والے کے متعلق فرمایا۔ گزشتہ کی بات نہیں کر رہے۔ نازل ہوگا وہ نبی اللہ ہوگا' وہ نبی اللہ یہ کام کرے گا نبی اللہ یہ کرے گا' نبی اللہ وہ کرے گا۔ چار مرتبہ صحیح مسلم کی حدیث میں آنے والے کو نبی اللہ فرمایا۔ پھر ایک جگہ فرمایا۔

لَیْسَ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ نَبِیٌّ

کہ میرے اور مسیح ابن مریم کے درمیان کوئی نبی نہیں۔

اب بَعْدِی کا مضمون کسی اور نے تو حل نہیں کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود اس مضمون کو کھولتے چلے جا رہے ہیں۔ بَعْدِی کا ایک مفہوم

مُلّا علی قاری نے نکالا اور اس کے بعد یہ ترجمہ کیا کہ مراد یہ ہے کہ مجھے چھوڑ کر میرا مخالف میری شریعت سے ہٹ کر کبھی کوئی نبی نہیں آسکتا۔ دوسری جگہ حضورؐ نے معیّن جو خبر دی کہ میرے بعد مسیح ابن مریم نبی اللہ ہوگا۔ اس سے پتہ چلا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ماتحتی میں آئے گا۔ چنانچہ آج بھی آپ یہ تجربہ کر کے دیکھ لیجئے علماء سے پوچھئے کہ اگر کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا تو عیسیٰ علیہ السلام کہاں سے آجائیں گے کیونکہ وہ سابقہ کو دوبارہ آنا مانتے ہیں۔ وہ کس راستہ سے داخل ہونگے۔ تو جواب دیتے ہیں کہ اُمتی ہو جائیں گے۔ گویا خود تسلیم کر لیا کہ اُمتی نبی ہونا خاتم النبییّن کے مخالف نہیں۔ ورنہ غیر کا اُمت میں آکر نبوت کرنا یہ زیادہ قابل اعتراض ہے بہ نسبت اس کے کہ اُمت میں اطاعت کے نتیجے میں کوئی نبوت کے کمال کو حاصل کرے۔

پس یہ وہ مضمون ہے جس کے نتیجے میں ہمارا یہ مُوقف ہے اور دوسرے فرقے چونکہ سمجھتے ہیں کہ بلا استثناء اُمتی نبوت بھی ہمیشہ کے لئے ختم ہے اور خاتم کا مطلب ہے آخری زمانے کے لحاظ سے۔ اس لئے اُنہوں نے اکٹھے ہو کر اکثریت سے فیصلہ کیا اور کہا کہ تمہارا معنی ہمیں اس قدر ناقابل قبول ہے۔ گویا تم غیر مسلم ہو"۔

ایک خاتون نے سوال کیا۔

آپ جو کہتے ہیں کہ صرف آپ جنتی ہیں باقی سارے ناری ہیں۔ تو آپ کو ایسی باتیں کرنے کا کیا حق ہے؟

حضور ایدہ الودود نے فرمایا۔

حدیث نبویؐ کی سچائی پر پاکستانی اسمبلی کی مُہر تصدیق

مَیں کہتا ہوں ہمیں حق نہیں ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق ہے کہ نہیں ہے؟ اگر آنحضورؐ خود ایک فیصلہ کریں تو کوئی ہے دُنیا میں جو آپ پر اُنگلی رکھے کہ آپ نے یہ فیصلہ کیوں کیا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیشگوئی فرمائی۔ فرمایا کہ میری اُمت کے ۷۲ فرقے ہو جائیں گے۔ ایک تہترؔ ویں جماعت ہو گی کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا وَاحِدَۃً۔ وہ ۷۲ کے بہتر ۷۲ ناری ہوں گے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فتویٰ ہے۔ میرا نہیں ہے۔ فرمایا۔ میری اُمت کے فرقے ہوں گے۔ بہتر ۷۲ کو ناری کہہ رہے ہیں۔ اِلَّا وَاحِدَۃً۔ صرف ایک ہو گی جماعت جو کہ ناری نہیں ہو گی۔ چنانچہ اس حدیث کی بناء پر پہلے دستور یہ تھا۔ کہ تمام فرقے یہ کہا کرتے تھے۔ کہ ہم وہ ایک ہیں اور باقی بہتر ۷۲ ہیں۔ یہ عجیب اُلٹی گنگ ہے عقل کہ ۱۹۷۴ء میں یہ فیصلہ ہوا کہ ۷۲ ہم ہیں اور ایک یہ ہے۔ ۷۲ پر مہر لگا دی۔ سن لیں۔ جب ۷۲ ایک طرف ہو گئے۔ ہم ایک طرف ہو گئے فتویٰ کس کا چلے گا۔ فتویٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا چلے گا۔ کسی اسمبلی کا نہیں چلے گا۔ حضور فرماتے ہیں کہ جب بہتر ۷۲ اور ایک ہوں تو ایک جنتی ہوگا اور ۷۲ ناری ہوں گے۔ اور فیصلہ یہ ہے کہ نہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ غلط کہتے تھے؟ بہتر ۷۲ جنتی اور ایک ناری۔۔۔ جنّت کی بحث ہی نہیں۔ کوئی احمدی جنّت کا حق دار از خود احمدی ہونے کے لحاظ سے نہیں بن سکتا ہے۔ جنّت کا فیصلہ اللہ کرے گا۔ مَیں نے تو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول پیش کیا تھا۔ اس قول پر اعتراض کرنے کا کسی مسلمان کو حق نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کا تو نام ہی نہیں لیا۔ ایک بات سُنئے۔ ایک میں آپ کو حدیث

سُنادوں ۔ رسول اللہؐ فرماتے ہیں۔ اگر کوئی میری طرف کوئی ایسی بات منسوب کرے جو میں نے نہ کہی ہو تو وہ جہنم میں اپنی جگہ بناتا ہے۔ اس Warning (انتباہ) کو سُن لیجئے۔ اِس ساری حدیث میں جو تمام دُنیا کے فرقوں میں QUOTE (کوٹ) ہوئی ہے۔ ایک جگہ بھی قیامت کا ذکر نہیں آتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اختلاف کا ذکر فرمایا۔ فرمایا کہ جب ۷۲، اور ایک کی بحث چلے گی ۷۲، ناری ہوں گے۔ اور ایک ناری نہیں ہوگا اس لئے یہ تو آپ کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہم ایک ہیں۔ اور تم ۷۲ میں ہو۔ لیکن حدیث کے مضمون کو اُلٹانے کا آپ کو کوئی حق نہیں۔ سوائے اس کے کہ حدیث کے خلاف بغاوت کی جائے میرا تو صرف یہ دعویٰ ہے کہ یہ کہنے کا کسی فرقے کو حق نہیں۔ خدا فیصلہ کرے گا۔ کہ آیا وہ ایک ہے کہ نہیں۔ (البتہ ۱۹۷۴ء کے فیصلہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پوری ہوگئی کہ ۷۲، ناری اور تہترواں جنتی فرقہ ہے)*

ایک مہمان خاتون نے طویل سوال کیا۔

آپ نے جتنی بھی گفتگو کی ہے۔ وہ کتاب اور سُنت کی روشنی میں اور تمام احادیث کی روشنی میں جو قول افعال حضرت محمدؐ کی تھیں ان کی ہی روشنی میں آپ چل رہے ہیں۔ لیکن میں نے یہ دیکھا کہ بہت سی احادیث یا بہت سی سُنتیں ایسی ہیں۔ جن پر آپ عمل پیرا نہیں ہوتے۔ مثلاً ابھی میں نے خواتین کو دیکھا کہ نماز خواتین نے ادا کی۔ اور سلام پھیرنے کے بعد خواتین اپنی سیٹوں پر آگئیں۔ جب کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ دُعا جو ہے وہ عبادت کی جان ہے۔ آنحضرتؐ جب عبادت کیا کرتے تھے۔ تو اپنی دُعا کو طویل کر دیا کرتے تھے۔ تو کیا وجہ ہے کہ آپ لوگ دُعا نہیں کرتے ؟

* مضمون کو واضح کرنے کے لئے اس جملے کا اضافہ کیا گیا ہے۔

حضور ایدہ الودود نے فرمایا۔

ہر نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنا سُنّت نبویؐ سے ثابت نہیں

آپ کی بات درست ہے جائز ہے۔ مگر آپ کے حدیث کے علم کے متعلق مجھے کچھ تھوڑا سا اعتراض کا حق دیجئے۔ ہمارے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سُنّت ثابت ہو وہ قیامت تک جاری رہنی چاہیئے۔ جو حضورؐ سے اور حضورؐ کے خلفاء سے ثابت نہ ہو بعد کے علماء نے اضافے کئے ہوں ہم ان کو قبول نہیں کرتے۔ اور احادیث سے سُنّت سے ہرگز ثابت نہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرتے تھے۔ اس وجہ سے ہم نہیں کرتے۔ یہ نہیں کہ ہم سُنّت کی مخالفت کرتے ہیں۔ سُنّت کو چھوڑ کر نہیں بلکہ ہمارے نزدیک یہ بعد کی رسم ہے جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں رائج نہیں تھی۔ آنحضورؐ کا فیصلہ یہ تھا کہ اصل میں نماز ہی دُعا ہے۔ تمام عبادتوں کا سراج نماز ہے اور سب سے اعلیٰ دُعا نماز ہے۔ اس لئے دُعا جو بھی کرنی ہے نماز کے اندر کرنی چاہیئے نماز سے نکل کر نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت یہ تھی کہ نماز کے بعد تسبیحات پڑھتے تھے۔ سُبْحَانَ اللّٰہ ۔ اللّٰہُ اَکْبَر ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ۔ یہ حمد اور تسبیح پڑھا کرتے تھے اور اِسی کی تاکید کی۔ بعد نماز ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنے کے بارہ میں ایک بھی حدیث نہیں ہے۔ اب میں آپ کو بتا رہا ہوں۔ آپ بے شک علماء سے پوچھ کر دیکھ لیجئے کہ حضور نے فرمایا ہو کہ ہر نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دُعا کیا کرو۔

مَیں یہ عرض کر رہا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت یہ تھی ہی نہیں۔ اِس وقت اَمرِ واقعہ یہ ہے کہ چودہ صدیوں کے اندر ہر قوم میں جس طرح نئی چیزیں نشو و نما پا جاتی

ہیں۔ جڑی بوٹیاں اور گھاس اُگ جاتی ہیں اسی طرح اُمتوں کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ رسم و رواج اُمتوں میں جڑ پکڑ جاتے ہیں۔ اور بعد میں سمجھا جاتا ہے کہ گویا عبادتوں کا حصّہ ہے۔ جماعت احمدیہ کا مسلک یہ ہے کہ دین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کامل ہوا تھا۔ اس لئے حضور اکرمؐ کے زمانے میں جو رسم و رواج عبادت کے تھے اُن پر ایک ذرّے کا بھی اضافہ نہیں کرنا۔ مَیں اور مثالیں دیتا ہوں مثلاً ختم قرآن، مثلاً گیارہویں شریف، مثلاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کھڑے ہو جانا اُن تمام باتوں میں سے ایک بھی آنحضورؐ کے زمانے میں یا آپ کے خلفاءؓ اور صحابہؓ کے زمانے میں ثابت نہیں۔

اس خاتون نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم جُھک رہے ہیں بلکہ احترام اور آدمیت ہے

حضور ایدہ الودود نے اپنے استدلال کو جاری رکھا۔

احترام کے نام پر ایک نئی بدعت

کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام آج کے مسلمانوں کو زیادہ ہے؟ اُس زمانے کے مسلمانوں کو کم تھا؟ یہ سوچیے۔ سُنیے! مَیں یہ کہتا ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ

(ابوداؤد کتاب السنۃ باب فی لزوم السنۃ)

تم پر میری سُنّت اور میرے خلفائے راشدین کی سُنّت فرض ہے۔

اب ایک بھی مثال ساری اسلام کی خلافت کی ساری تاریخ سے نہیں ملتی کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم موجودگی میں صحابہؓ یا خلفاء حضورؐ کا نام لینے پر کھڑے

ہوا کرتے تھے۔ اس لئے ہمارے نزدیک تو حضورؐ کا ارشاد ہی قابلِ تعظیم اور قابلِ اطاعت ہے۔ جس کی عزّت کرنی ہے۔ اُس کی عدمِ اطاعت کرکے تو عزّت نہیں کی جاسکتی۔ اور صحابہ نے اور خلفاء نے اپنے فعل سے ثابت کیا کہ یہ عزّت کا طریق نہیں ہے۔ یہ سنّت کے خلاف ہے۔ اِس لئے ہم تو اسلام کے اُسی حصّے پر کاربند رہیں گے اور اُسی کو کافی سمجھیں گے جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ سے ثابت ہے۔

خاتون محترم کی تسلی نہیں ہو رہی تھی پھر اپنی بات دُہرائی۔

آنحضرتؐ نے اپنے لئے مسلمانوں سے تعظیم نہیں کروائی۔ تو آپ کے لئے میں نے سُنا ہے۔ لوگوں کی زبان سے کہ ہمارے حضور تشریف لا رہے ہیں۔ ہمارے خلیفہ اوّل۔ ہمارے پیشوا ہمارے حضور تشریف لا رہے ہیں۔ تو آپ نے یہ کیسے قبول کرلیا کہ آپ کو اتنا بڑا رُتبہ لوگ دے دیں؟

حضور پُرنور نے تحمّل سے فرمایا۔

جماعت احمدیہ سے زیادہ آنحضرتؐ کا اور کوئی احترام نہیں کرتا

آپ نے تو ایسی بات کی ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جتنا احترام اور جتنا عشق ہماری جماعت میں پایا جاتا ہے۔ آپ اس کا تصور بھی نہیں کرسکتیں۔ حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی نظم و نثر پڑھ لیجئے۔ اور سارے اب تک کے جو مدحیہ، یا نعتیہ کلام ہیں ان کو دیکھ لیجئے۔ آپ کا دل گواہی دے گا کہ اس کلام میں زیادہ عشق اور احترام ہے۔ یہ تو ہر انسان کا دل اگر وہ تقویٰ سے فیصلہ کرنا چاہے تو فوراً فیصلہ دے سکتا ہے۔ دیکھئے دُنیا میں کوئی احمدی وہم و گمان بھی نہیں کرسکتا کہ

کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر کسی کو ادنیٰ سی بھی عزت دے۔ مَیں یہ عرض کر رہا ہوں کہ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تہذیب ہمیں عطا فرمائی۔ اُس تہذیب کی حدود میں رہنا ضروری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر صحابہؓ کھڑے ہوتے تھے۔ خلفاءؓ کو دیکھ کر صحابہؓ کھڑے ہوتے تھے۔ اور دوسرے بزرگوں کو دیکھ کر کھڑے ہوتے تھے۔ غائبانہ نام پر نہیں کھڑے ہوتے تھے۔ صرف یہ فرق ہے جو بیان ہو رہا ہے۔

مہمان خاتون کے پاس ایک دلیل ابھی باقی تھی سوال کیا۔

<u>غائبانہ جب ہم آپؐ پر ایمان لا سکتے ہیں تو احترام کیوں نہ کریں؟</u>

حضور نے فرمایا۔

احترام کیوں نہیں کرتے۔ احترام تو لازمی ہے۔ مَیں کب کہتا ہوں احترام نہ کریں۔ آپ تو مجھے بالکل نہیں سمجھ رہیں۔ مَیں کہتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر احترام ساری دُنیا میں کسی کا نہیں ہو سکتا۔ مگر احترام کا طریق وہ ہو گا۔ جو حضورؐ نے سکھایا ہے۔ یہ صرف فرق ہو رہا ہے۔ کون ظالم کہتا ہے احترام نہ کرو۔ احترام تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کا نہیں ہوگا۔ مگر آنحضورؐ جو احترام کا طریق بتلاتے ہیں اِس سے باہر نکلنا بے احترامی ہے نہ کہ احترام۔ یہ ہماری Logic ہے۔ آپ اگر یہ احترام سمجھتی ہیں کہ رسول اللہؐ کے بیان کردہ طریق احترام کو ترک کر کے اس کی اطاعت سے باہر نکل کر بھی کوئی احترام ہو سکتا ہے تو آپ کو یہ احترام مبارک ہو۔ میرے نزدیک عدمِ اطاعت، عدمِ احترام ہے۔ اس لئے لازماً احترام کرنا ہے۔ تو اطاعت کے دائرے میں رہیں۔ اس سے باہر نہ نکلیں۔ اور جو طریق احترام کا آنحضورؐ نے سکھایا ہے اس طریق کو کافی سمجھیں۔

ایک خاتون نے سوال کیا
ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ امام مہدی کی علامتیں ظاہر نہیں ہوئیں

حضور نے فرمایا یہ ایک نیا سوال ہے! بڑا اچھا سوال ہے۔

امام مہدی کے آنے کی علامتیں تو ظاہر ہو چکیں

امام مہدی نے کب آنا ہے؟ اس کی علامتیں دو طریق پر بیان کی گئی ہیں۔ ایک آنے سے پہلے کی علامتیں اور ایک آنے کے بعد کی علامتیں۔ جہاں تک آنے سے پہلے کی علامتیں ہیں وہ تو سو سال سے بھی زیادہ ہوا کہ پوری ہو چکی ہیں۔ امام مہدی کے آنے سے پہلے کی جو علامتیں بیان ہوئیں ہیں ان میں یہ ہے کہ ایمان عملاً زائل ہو جائے گا' مسلمانوں کے اندر فتنہ فساد پیدا ہو جائے گا، افتراق آجائے گا، نمازوں سے بے رغبتی ہو گی، یہاں تک حضورؐ نے فرمایا مسجدیں آباد بھی ہوں گی تو ویران ہوں گی ہدایت سے خالی ہوں گی، نام کا اسلام ہو جائے گا' اعمال سارے غیر مسلموں والے شروع ہو جائیں گے۔ جھوٹ، دنگا' فساد' دنیاداریاں' ظلم و ستم' دوسروں کا مال لوٹنا، جھوٹ بولنا' لہو ولعب میں مبتلا ہو جانا یعنی قوم کی اکثریت کا یہ حال ہو چکا کہ قرآن کریم آجائے ٹیلی ویژن پر تو بند ہو جائے ٹیلی ویژن۔ اور ناچ گانے والی آجائے تو دوڑ دوڑ کر کھولیں اس کو۔ تو اور کیا ہوتی ہیں علامتیں امام مہدی کی۔ اگر آپ دل میں غور کریں خدا کے خوف کے ساتھ تو یہ علامتیں تو بہت پہلے سے قوم میں ظاہر ہو چکیں ہیں۔ یہاں تک کہ اکبر الٰہ آبادی مرحوم جو مشہور شاعر تھے وہ تو اس وقت یہ کہہ رہے تھے، ان کا حساس دل تھا' وہ پہچان گئے تھے کہ اُمت کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ

یہ بُت پردہ نہیں کرتے خدا ظاہر نہیں ہوتا
غنیمت یہ زمانہ ہے کہ میں کافر نہیں ہوتا

توحساس لوگوں نے تو اس زمانہ میں جو سو سال پہلے کا زمانہ ہے اس وقت بھی پہچان لیا تھا کہ اطوار بگڑ گئے ہیں۔ تو یہ وہ ساری علامتیں ہیں۔ امام مہدی کے آنے سے پہلے کی جن کو پورا ہوئے سو سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ اس لئے علماء کہتے تھے کہ چودھویں صدی کے سر پر امام مہدی آجائے گا۔ علماء کہتے تھے کہ نہیں؟ ساری مسجدوں سے یہ اعلان کیا کرتے تھے کہ چودھویں صدی آئے گی تو اس کے سر پر امام مہدی آجائے گا۔ جب چودھویں کا سر آیا تو حضرت مرزا صاحب کے سوا امامت کا دعویدار ہی کوئی نہیں تھا۔ اب بڑی مصیبت میں پھنس گئے کہ ہم تو خود کہا کرتے تھے کہ چودھویں صدی کے سر پہ آئے گا اور آگئے مرزا صاحب ان کو تو ہم نے ماننا نہیں۔ تو پھر انہوں نے کہا کہ ابھی تو چودھویں کا سر پورا نہیں گزرا۔ چنانچہ اس وقت کے علماء نے لکھا کہ جو چودھویں کا سر ہے یہ پچیس تیس سال تک چلے گا۔ اور ۴۰ سال تک بڑھا دیا۔ چنانچہ دلی کے مشہور صوفی خواجہ حسن نظامی صاحب۔ ان سے احمدیوں نے جب اس بات کا مطالبہ کیا کہ ابھی کل تک تو تم کہہ رہے تھے کہ چودھویں صدی کے سر پر آجائے گا، وہ گیا کہاں؟ علامتیں تو پوری ہو گئیں اور وہ نہیں آیا تو خواجہ حسن نظامی صاحب نے کہا دیکھو ۴۴ سال تک چودھویں صدی کا ابتدائی حصہ یہ سر کہلاتا ہے۔ تو ہم توقع رکھتے ہیں کہ ۴۴ سال گزرنے سے پہلے پہلے آجائے گا۔ وہ بھی نہ آیا۔ پھر علماء نے کہا اچھا دیکھتے ہیں۔ پھر کہا اچھا کم پہ آجائے گا اور خاموش ہو گئے۔ اور مسجدوں میں اعلان کیا کہ چودھویں صدی نہیں گزرے گی،

ایک دن بھی رہ گیا تو سورج غروب نہیں ہوگا۔ جب تک امام مہدی نہ آجائے۔
کل تک تو یہ کہتے تھے۔ اور آج کیا کہہ رہے ہیں۔ کہاں گیا وہ امام مہدی؟ پندرہویں
صدی کا جشن بھی منا لیا ساری اُمت نے اور یہ بھی نہیں سوچا کہ یہ کیا واقعہ
ہمارے سامنے ہو رہا ہے۔ خدا تعالیٰ جگا رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
وصال کے بعد آج تک ایک بھی صدی کا جشن اُمتِ مسلمہ نے نہیں منایا تھا۔
صرف پندرہویں صدی کا منایا۔ توجہ دلانے کے لئے خدا نے یہ انتظام کیا۔ یہ بتانے
کے لئے کہ تمہاری صدی خالی چلی گئی۔ اس وقت ہم نے یہ سوال اٹھایا۔ ہم
نے علماء سے کہا کہ جشن تو وہ مناتا ہے جس کی بارات آجائے۔ جس کا دولہا پہنچے اس
کو تو حق ہے جشن منانے کا۔ تمہارا تو نہ چودہویں کا دولہا آیا نہ پندرہویں کا آیا۔
یہ جشن کس بات کا منا رہے ہو۔ خالی صدیوں کا جشن منانا تو عجیب بات ہے۔

مہدی کے انکار کے ساتھ مجدّد سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے

پھر علماء نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ نہیں نہیں یہ سب غلطی تھی۔ کسی صحیح حدیث
میں، قطعی حدیث میں جو صحاح ستہ میں ہو یہ ثابت نہیں ہے کہ چودھویں صدی
کے سر پر امام مہدی آئے گا۔ اس لئے یہ ہمارے خیالات تھے، بزرگوں کی باتیں
تھیں۔ جو بھی تم کہہ لو غلطی ہو گئی۔ غلطی ماری جس کو کہتے ہیں۔ وہ ہم نے کر دی۔ تو
نہیں آنا تھا چودہویں کے سر پر۔

تو ہم اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ بھئی چودھویں کے سر پر امام نہیں آنا تھا،
مجدّد کہاں چلا گیا۔ تم یہ تو مانتے ہو ناکہ وہ قطعی حدیث ہے کہ ہر صدی کے سر پر
مجدّد ضرور آئے گا۔ چودھویں صدی کے سر پر جس مجدّد نے آنا تھا وہ اگر امام مہدی
نہیں تھا تو مجدّد تو نکالو۔ غیر احمدیوں کے نزدیک امام مہدی ایسا غائب ہوا ہے

کہ مجدد کو بھی ساتھ لے ڈوبا، دونوں نہیں آئے اور پندرہویں کے سر کا مجدد بھی غائب ہوگیا اور سڑک خالی ہوگئی۔ یہ غور کریں جہاں چیز کھوئے جہاں دور اہا پھوٹے وہیں واپس جا کر تلاش کی جاتی ہے۔ جس صدی کے سر پر سے آپ کا مجدد غائب ہوا ہے وہیں ملے گا۔ اور کہیں نہیں ملے گا۔ واپس لوٹیں گی تو نظر آجائے گا اور وہاں ایک ہی ہے جو دعویدار ہے۔ اس کے سوا دعویدار ہی کوئی نہیں تھا۔ سوئی گھر میں گمے تو باہر کھنبے کے نیچے تو نہیں ڈھونڈی جاتی۔ وہ تو لطیفے کے طور پر کہتے ہیں کہ اندر اندھیرا تھا اس لئے میں باہر آکر ڈھونڈ رہا ہوں۔ تو جس صدی کا آپ کا امام غائب ہوا ہے اگر آپ امام کی تلاش میں دیانتدار ہیں تو اس صدی میں واپس جائیے۔ جہاں گم ہے وہیں سے نکلے گا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ گما وہاں ہو اور نکل کہیں اور سے آئے۔ تو آپ اب اس بات پر غور کریں کہ آپ کے دو امام غائب ہو چکے ہیں۔ ایک چودہویں صدی کا مجدد ایک پندرہویں صدی کا مجدد۔ دونوں کے سر آکر ختم ہو گئے ہیں اور وہ نہیں آئے۔ اور یہ بات ہو نہیں سکتی کہ نہ آیا ہو۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بتایا ہے۔ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر مجدد بھیجے گا۔ تو اگر امام مہدی نہیں تھا تو مجدد ہی نکلا ہوتا۔ مجدد کا غائب ہونا بتاتا ہے کہ آپ نے وقت کے امام کو پہچانا نہیں وہی امام تھا جس نے دعویٰ کیا ہے اور آپ اس کو Miss کر گئی ہیں۔ جب تک اس تک آپ نہیں پہنچیں گی آپ کو دوبارہ وہ دھاگہ نہیں ملے گا۔ وہ رستہ نہیں ملے گا۔

مہدی معہود کی صداقت پر ایک زبردست آسمانی گواہی

اب میں آپ کو بتاتا ہوں وہ قطعی علامت جو امام مہدی کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے اور وہ اتنی قطعی ہے کہ اس میں کسی کا کوئی اختلاف بھی اس علامت کو باطل قرار نہیں دے سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سچے امام مہدی کی جو علامتیں بیان فرمائیں ان میں سب سے واضح سب سے روشن علامت وہ ہے جس کا آسمان سے تعلق ہے یعنی چاند سورج کا گرہن۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنَّ لِمَهْدِيِّنَا آيَتَيْنِ لَمْ تَكُوْنَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يَنْكَسِفُ الْقَمَرُ لِأَوَّلِ لَيْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ وَ تَنْكَسِفُ الشَّمْسُ فِي النِّصْفِ مِنْهُ۔ وَلَمْ تَكُوْنَا مُنْذُ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ

یہ پورے الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔

اچھا اب بتاتا ہوں۔ یہ جو پیشگوئی ہے چاند سورج کے گرہن والی یہ امام مہدی سے وابستہ ہوئی۔ یہ پیشگوئی اپنے اندر کچھ شرائط رکھتی ہیں۔ چاند سورج کو ویسے گرہن تو بہت لگتے رہتے ہیں۔ ہر تاریخ میں لگ جاتے ہیں جو اس کی گرہن کی تاریخیں ہیں۔ بعض مہینوں میں اکٹھے بھی ہو جاتے ہیں۔ لیکن جو علامتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائیں حضورؐ فرماتے ہیں کہ جب سے دُنیا بنی ہے کبھی بھی پوری نہیں ہوئیں۔ ایک یہ فرمایا کہ چاند کو پہلی رات کا گرہن لگے گا یعنی گرہن کی راتوں میں سے پہلی رات۔ دوسرا فرمایا۔ سورج کو درمیانی دن میں گرہن لگے گا یعنی ہم کہتے ہیں گرہن کے دنوں میں سے درمیانے دن۔ دوسرے علماء کہتے ہیں۔ نہیں مہینے کا پندرواں دن۔ اور اگر وہ تیس کا مہینہ نکلا تو درمیانی ہو گا کوئی نہیں۔ اس لئے لازمی ہے۔ مہینہ بھی ۲۹ کا ہو ورنہ درمیانی

دن نہیں بنتا۔ بہرحال یہ اختلاف ہے۔ اگلی علامت یہ بیان فرمائی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک ہی مہینے میں یہ واقعہ ہوگا۔ چاند کو پہلی کو گرہن سورج کو درمیانی کو اور اس مہینے کا نام رمضان شریف ہوگا۔ یہ بھی حضورؐ نے فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ اِس وقت امام مہدی کا پہلے ایک دعویدار ہوگا۔ ورنہ پھر وہ گواہ کس کا ہوگا۔ تو یہ علامتیں کبھی اکٹھی نہیں ہوئیں کہ کبھی دُنیا میں کوئی امام مہدی کا دعویدار آیا ہو اور رمضان شریف کا مہینہ ہو اور چاند اور سورج کو ان تاریخوں میں گرہن لگ جائے۔

جب مرزا صاحب نے دعویٰ کیا تو آپ جانتی ہیں نوّے سالہ مسئلہ اتنا مشہور ہوا تھا۔ ۱۸۸۹ء میں حضرت مرزا صاحب نے مسیح موعود اور امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور ۱۸۸۹ء کے بعد پھر یہ سارا اختلاف شروع ہوتا ہے۔ جماعت کی بُنیاد ۱۸۸۹ء میں ڈالی گئی اور ۱۸۹۴ء میں چاند سورج کو گرہن لگا۔ اور اسی طریق کے مطابق جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا۔ تیرھویں کو چاند گرہن لگا اور اٹھائیسویں کو سورج کو۔ تیرھویں چاند گرہن کی راتوں میں سے پہلی رات ہے۔ یعنی ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵ تین راتیں ہیں جن میں قانونِ قدرت کے مطابق گرہن لگ سکتا ہے۔ اس کے سوا لگ ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ خدا نے اسی طرح زمین و آسمان کو بنایا ہے۔ اس کی رفتاریں اس طرح Set کی ہیں کہ سایہ پڑ کر جو گرہن لگتا ہے وہ سوائے ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵ کے لگ ہی نہیں سکتا۔ تو خدا کا بنایا ہوا قانون ہے۔ اس کو ہم کیسے بدل سکتے ہیں۔ اگلا حصہ ہے سورج کو ۲۸ کو گرہن لگا کیونکہ سورج کے بھی تین دن ہیں ۲۷، ۲۸ اور ۲۹، ان میں سے درمیانہ دن ۲۸ ہے۔ جب یہ واقعہ ہوگیا تو بہت سے لوگوں نے احمدیت کو قبول کرلیا۔ پنجاب میں بہت سی ایسی جماعتیں ہیں جو اس نشان کو دیکھ کر ہی قائم

ہوئیں. کیونکہ وہ حیران رہ گئے کہ تیرہ سو سال پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی۔ مہدویت کا ایک دعویدار موجود ہے۔ اس کے سوا اور کوئی دعویدار ہے ہی نہیں اور چاند سورج کو رمضان کے مہینے میں گرہن لگ جاتا ہے۔ لیکن اس وقت علماء نے مؤقف بدلا اور ترجمہ یہ کیا کہ نہیں پہلی رات چاند کو گرہن لگے گا۔ تب ہم مانیں گے۔ کیونکہ حضورؐ نے فرمایا۔ لِاَوَّلِ لَیْلَۃٍ پہلی رات۔ ہم اُن کے سامنے یہ بات رکھتے ہیں کہ تمہارا یہ مؤقف لازماً غلط ہے سو فیصدی غلط ہے کیونکہ کلام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹکرا رہا ہے۔ جو مؤقف بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے مخالف ہوگا۔ وہ غلط ہوگا۔ آنحضورؐ نے جب پیشگوئی کی تو یہ الفاظ فرمائے یَنْکَسِفُ الْقَمَرُ قمر چاند کو کہتے ہیں یَنْکَسِفُ یعنی گرہن۔ تو فرمایا چاند کو گرہن لگے گا۔ اور ساری دُنیا جانتی ہے کہ پہلی تین راتوں کے چاند کو قمر نہیں کہا جاتا بلکہ ہلال کہا جاتا ہے۔ آج بھی رویت ہلال کمیٹی تو آپ نے سُنی ہوگی۔ رویت قمر کمیٹی اگر کہیں تو وہ مولوی صاحب اُلٹ کے آپ کو کہیں گے جاہل تمہیں عربی نہیں آتی۔ مَیں تو رویت ہلال کمیٹی کا ممبر ہوں رویت قمر تم نے کیا لغو بات کر دی۔ تمہیں عربی نہیں آتی۔ اور نعوذ باللہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عربی نہیں آتی ان مولویوں کو آتی ہے۔ اور جو افصح العرب تھے۔ ساری دُنیا تسلیم کرتی ہے کہ قرآن کے بعد سب سے زیادہ فصیح و بلیغ کلام کرنے والے تھے تو اُنہوں نے کیسے غلط لفظ استعمال کر لیا۔ اگر آپ کے ذہن کے کسی گوشے میں پہلی رات کا چاند کا گرہن مراد ہوتا تو پہلی تین راتوں کے چاند کا ذکر کرتے ہوئے آنحضورؐ لازماً ہلال فرماتے قمر نہیں کہہ سکتے تھے۔ تو حدیث خود اتنی قوی ہے کہ اپنے معنے خود بیان کر دیتی ہے۔ اس لئے اس کے بعد اور کونسی دلیل آپ چاہتے

ہیں۔ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ہو' آسمان کے ستاروں سے اس کا تعلق ہو زمین کے انسانوں کا اس پر بس نہ چل سکتا ہو اور فرمائیں کہ ایسا واقعہ کبھی نہیں ہوا کہ امام مہدی ہونے کا دعویدار موجود ہو اور پھر یہ باتیں پوری ہو جائیں اور وہ بعینہٖ اسی طرح ہو جائے۔ جن لوگوں کو عربی نہیں آتی ان کے سمجھنے کے لئے ایک اور دلیل بھی ہے۔ پہلی رات کا چاند بے چارہ جیسا نکلا ویسا نہ نکلا۔ ابھی اُنگلیاں اُٹھ ہی رہی ہوتی ہیں تو نظر سے غائب بھی ہو جاتا ہے۔ کسی بچے کو نظر آیا کسی کو نہ آیا۔ تو امام مہدی کی نشانی ہو اور نشانی ایسی کمزور کہ امام مہدی کہے دیکھو نکلا تھا لیکن گرہن لگ گیا اور مولوی کہیں نکلا ہی نہیں۔ جس چاند بے چارے کا یہ حال ہو اور اوپر سے اس کو لگ جائے گرہن تو اس کا رہے گا کیا۔ باقی وہ نظر ہی نہیں آسکتا۔ وہ باریک سی قوس جس کا ہونا یا نہ ہونا یعنی To be or not to be یہ سوال بن جائے کہ تھا بھی کہ نہیں بیچارہ اوپر سے اس کو گرہن کی چپیڑ پڑ جائے۔ تو پیچھے اس کا کیا رہ جائے گا۔ تو کیا بحث چلے گی۔ اس وقت اگر یہی مُراد ہے تو امام مہدی کہے گا دیکھو میں سچا نکلا' پہلی رات کو لگ گیا نا گرہن۔ مولوی کہیں گے جاؤ جھوٹے کوئی نہیں لگا' وہ تو نکلا ہی نہیں۔ ایسی لغویات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتی ہیں یا بعض لوگ کرتے ہیں کہ اتنی عظیم الشان پیشگوئی جس کا صدیوں سے انتظار ہو رہا ہو نکلے تو اس شکل میں کہ بحث ہی بدل جائے کہ نکلا تھا کہ نہیں نکلا تھا۔ اس لئے وہی درست ہے کہ پہلی رات سے مراد چاند گرہن کی پہلی رات مراد ہے اور لفظ ہلال کی بجائے لفظ قمر قطعی طور پر سَو فیصدی ثابت کرتا ہے کہ پہلی تین رات کے چاند آنحضورؐ کے تصور کے کسی گوشے میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ جب آپ نے

یہ پیشگوئی فرمائی تھی۔

ایک محترم خاتون نے کہا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے ساتھ خالی جگہ ہے جس میں حضرت عیسیٰؑ دفن کئے جائیں گے ؟

حضرت صاحب کا جواب تھا۔

حدیث یُدْفَنُ مَعِیَ فِی قَبْرِیْ کی رُوحانی تشریح کے بغیر کوئی چارہ نہیں

اوّل تو یہ بات بالکل غلط ہے، کوئی خالی جگہ نہیں ہے۔ یہ تو اب آسان طریق ہے، سعودی عرب کے محکمۂ اوقاف کو آپ خط لکھ کر معلوم کرلیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ مدفون خلفاء کے درمیان میں کوئی جگہ خالی نہیں۔ اِس لئے یہ خالی جگہ والا بہانہ تو خواہ مخواہ علماء کے تصور کی بات ہے اور دوسرے الفاظ میں حضور اکرمؐ نے یہ فرمایا ہی نہیں تھا کہ میری قبر کے ساتھ خالی جگہ میں دفن ہوگا۔ آپ کے الفاظ جو ہیں وہ سُنیئے۔ آپ فرماتے ہیں یُدْفَنُ مَعِیَ فِی قَبْرِیْ۔ میرے ساتھ میری قبر کے اندر دفن ہوگا، یہ الفاظ ہیں۔ ہم علماء کو یہ سمجھاتے ہیں کہ تم نے سچّے ہونے والے کی یہ نشانی بنائی ہے اور حضرت مرزا صاحب کا اس لئے انکار کر رہے ہو کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں دفن نہیں ہوئے۔ تو پہلے اِس نشان پر تو غور کرلو کہ اس کے کیا معنی بنیں گے۔ اگر یہ جھوٹا ہے نعوذ باللہ من ذالک تو سچّا امام جب دعویٰ کرے گا تو یہ علماء کہیں گے میاں ابھی نہیں موت تک ہمیں انتظار کرنے دو جب تم مرجاؤ گے اور وہاں دفن ہوگے تب ہم ایمان لائیں گے۔

یہ اچھا امام بے چارہ آیا ہے کہ زندگی میں کسی کو ایمان لانا ہی نصیب نہیں

ہوگا۔ جب تک مریں نہ نشانی نہ پوری ہو۔ اور جب جھوٹے کے طور پر مرجائے گا
تو کون ہے جو اس کو وہاں دفن کرنے دے گا۔ لوگ تو انتظار کر رہے ہوں گے
کہ ہم مانیں گے نہیں اس لئے کہ ابھی مرا نہیں اور جب تک مرے نہ اور یہ نشانی
پوری نہ ہوجائے اس وقت تک ہم ایمان نہیں لاتے اور جب مرجائے گا
تو پھر اس کو وہاں دفن کون ہونے دے گا۔ ایک تو یہ بات قابلِ غور ہے
دوسرا یہ سوچیئے کہ کون ہے ایسا انسان، کوئی ہے پیدا ہوا جو حضرت محمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو اکھاڑے۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ سارے مسلمان جن
کو غیرت اور حیا ہے وہ کٹ جائیں گے اس سے پہلے کہ حضور اکرمؐ کی قبر کی
طرف کوئی بدنیتی سے ہاتھ اٹھائے۔ تو معنی آپ رُوحانی کلام کے جسمانی کر لیتے
ہیں اور پھر اُلٹے پُلٹے اعتراض شروع کر دیتے ہیں۔ اپنے دین کو بھی بگاڑ دیتے
ہیں اور حقیقت حال سمجھنے سے بھی خالی رہ جاتے ہیں۔ کلامِ رسولؐ کا معنی
رُوحانی معنوں میں کریں گی تو سمجھ آئے گی ورنہ نہیں سمجھ آئے گی۔ پنجابی میں
اُردو میں محاورہ چلتا ہے کہ "تونے میرے ساتھ دفن ہونا۔ تو میری قبر
پیناں ایں"۔ جس کا انجام ایک ہو اس کے لئے یہ آتا ہے کہ اس کی قبر
اور میری قبر ایک ہے اور یہ محاورہ ہے زبانوں کا۔ آنحضرتؐ نے دو طریق
سے اس بات کو بیان فرمایا۔ اگر آغاز ایک ہو انجام ایک ہو تو اس کو پھر
جدا نہیں کیا جا سکتا۔ دوسرے آپ نے تو یہ خبر دی تھی کہ آنے والے امام کے
ساتھ بدسلوکی نہ کرنا۔ اس کو مجھ سے الگ نہ سمجھنا کیونکہ ایک جگہ فرمایا اس
کے ماں باپ کا نام میرے ماں باپ کا نام، اس کا نام میرا نام ہوگا۔ یعنی آغاز
اس کا اور میرا ایک ہی آغاز اس کا اور میرا ایک ہی انجام ہوگا، گویا میری قبر میں دفن ہوگا۔
یہ مراد نہیں ہے کہ نعوذ باللہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اکھاڑی جائیگی

اس میں کوئی دفن ہوگا۔ مُراد صرف اتنی تھی کہ اس کا انجام میرا انجام ہوگا، اگر تم گستاخی کرو گے تو میری گستاخی کرو گے یہ کلام ہے رسول اکرمؐ کا اسی عزّت اور شان سے اس کا ترجمہ کریں تو پھر مفہوم سمجھ آتا ہے۔ اگر زور دینا ہے کہ ظاہری معنی کرنا ہے تو پھر وہی تمسخر والی بات نکلے گی۔ ظاہری معنے کر کے دیکھ لیجئے نتیجہ یہ نکلے گا کہ جب بھی امام آئے گا آپ پہلے انتظار کریں گی۔ آپ کہیں گی مرنے کے بعد فیصلہ کریں گے۔ تم پہلے مرنے لگے سے اترو قبر میں دفن ہو تب ہم مانیں گی اور پھر اس کو جس کو جھوٹا کہہ کر آپ نے مرنے دیا، کون ہوتا ہے جو اس کو جا کر وہاں دفنانے کی جرأت کر سکے۔ ویسے ہی کسی کو توفیق نہیں ہوتی۔"

حضرت صاحب نے اگلا سوال جو چِٹ پر لکھا ہوا تھا، پڑھا

ایک غیر احمدی بہن سوال کرتی ہیں کہ

<u>اگر ان کا شوہر احمدی نہ بننا چاہے اور وہ خود احمدیت میں شامل ہونا چاہیں تو کیا کریں؟</u>

حضور ایدہ الودود نے فرمایا۔

مولویوں کے بعض ظالمانہ فتوے

جماعت احمدیہ کا تو فتویٰ اس سلسلے میں بڑا واضح ہے کہ اسلامی نکاح اتنا کچا نہیں ہوتا کہ ان باتوں سے ٹوٹ جائے۔ یہ تو اسلام کے نکاح کے مفہوم کو نہیں سمجھتے وہ فتوے دیتے ہیں کہ فرقہ بدلا تو نکاح ٹوٹا اور فلاں بات کر دی تو نکاح ٹوٹ گیا۔ یہاں تک کہ سپین کی مسجد سے واپسی پہ لاہور میں جو ہوٹل میں ہم نے دعوت دی تھی میرا خطاب تھا، وہاں جو غیر احمدی بیچارے گئے ان کے متعلق اخباروں میں چھپ گیا کہ ان سب کے نکاح ٹوٹ گئے ہیں، دوبارہ

نکاح کروائیں۔ عجیب باتیں ہیں۔ ہم تو یہ نہیں مانتے۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ نکاح ایک انسانی ضرورت ہے جو جائز طریق پر ہو جائے وہ اس طرح نہیں ٹوٹا کرتا اور امر واقعہ یہ ہے کہ اگر کوئی غیر احمدی خاوند کی بیوی ہے تو اس کا نکاح جائز رہے گا۔ اس کو کوئی Problem نہیں۔ ہاں معاشرتی مسائل اُٹھتے ہیں۔ بعض عورتوں کو تنگ کیا جاتا ہے، بعضوں کو گھر بٹھا دیا جاتا ہے، بعض جگہ یہاں تک بھی ہوتا ہے کہ ہمارے سرگودھا میں ایک شیعہ دوست جو بڑے عالم تھے اور ذاکر تھے، وہ احمدی ہوئے تو اس کی بیٹیاں جہاں جہاں بیاہی گئیں تھیں حالانکہ وہ احمدی نہیں ہوئی تھیں۔ اتنا کچا نکاح تھا بے چاریوں کا کہ باپ کے احمدی ہونے سے بیٹیوں کے نکاح ٹوٹ گئے اور سب کو گھر بٹھا دیا گیا اور بڑی دُکھ کی حالت میں مجھے ملے۔ ان کی آنکھوں میں آنسو جاری تھے کہ میرا قصور تو چلو ہو گیا لیکن میری بچیوں کا کیا قصور تھا کہ میرے احمدی ہونے سے وہ میرے گھر میں آ رہی ہیں اور بڑے دُکھ کا حال ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں اپنے سامنے ساری بیٹیاں بیاہی ہوئی گھر میں لا کر بٹھا دیں۔ تو یہ ظالمانہ باتیں ہیں۔ ان کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے ان چیزوں کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ آپ کو خدا نے توفیق بخشی ہے، آپ احمدی ہو جائیں لیکن یہ یاد رکھیں کہ بعض دفعہ صداقت کے لئے دُکھ اُٹھانے پڑتے ہیں اس لئے ہمت ہے تو احمدی ہوں۔ ورنہ پھر اللہ سے دُعا کریں۔ کہ اللہ توفیق بخشے۔

ایک مہمان بہن نے سوال کیا۔

بعض حدیثوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی جادو کیا گیا؟

حضور ایدہ الودود نے جواب میں فرمایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جادو کے اثر سے مبرا تھے

مَیں عرض کرتا ہوں ان حدیثوں کے متعلق جماعت احمدیہ کا موقف بالکل واضح اور قطعی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ مِنْ ذَالِکَ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جادو کے اثر سے بالکل مبرّا اور غالب تھے۔ دُنیا کی کوئی طاقت ایسی نہیں تھی جو آپ پر جادو کر سکے۔ اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ بعض یہود کی شرارت سے ایسی باتیں مسلمانوں میں داخل ہوئی ہیں اور اس کے نتیجے میں عیسائیوں اور دوسرے مذاہب کو شدید اعتراض کا موقع ملا۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو حضرت موسیٰؑ سے بہت زیادہ عظیم الشان وجود تھے۔ موسیٰؑ کو تو ان کی قوم کے سحر سے خدا نے بچا لیا۔ ہو ہی نہیں سکتا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہ جادو ہو جائے۔ اس کے خلاف ہمیں ایسی قطعی حدیث ملتی ہے کہ آنحضرتؐ کی اللہ تعالیٰ حفاظت فرماتا تھا اور ہر بد اثر اور ہر مخالف طاقت سے آپ کو بچاتا تھا اور معجزہ دکھاتا تھا۔ مثلاً جب آپؐ نے ابو جہل کو مخاطب کر کے فرمایا کہ فلاں کا حق دو تو وہ فوراً مان گیا۔ جب حضورؐ چلے گئے تو اس کے ساتھیوں نے کہا کہ تم عجیب بے وقوف آدمی ہو۔ ہمیں تو کہتے ہو اس کی مخالفت کرو اور یہ کرو اور تم اس کی بات فوراً مان

گئے۔ ابوجہل نے یہ بیان دیا کہ خدا کی قسم جب میں انکار کرنے لگا تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ آپ کے دونوں جانب مست اونٹ ہیں جو غصے سے میری طرف بڑھنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں اور میں اتنا خوف زدہ ہوا کہ میرے لئے ماننے بغیر چارہ نہیں تھا۔ پس ہمارا مسلک یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام دُنیا کے جادوگروں کی زد سے پاک ہوتے ہیں۔ اور جو جادو بیان کیا جاتا ہے ہم بتاتے ہیں وہ واقعہ کیا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ یہودیوں کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا گیا اور اس کے اثر سے آپ کے معدے پر بھی اثر پڑا۔ اور یادداشت میں بھی کچھ دیر کے لئے ذہول آ گیا۔ احادیث میں یہ ملتا ہے کہ آپؐ بعض باتیں بھول جاتے تھے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر یہودیوں نے شرارت کے ساتھ ایک کنوئیں میں بہت سارے ٹونے ٹوٹکے پھینک دیئے۔ یہ ان کے جادو کا نتیجہ تھا۔ حالانکہ وہ نتیجہ تھا اس ظاہری زہر کا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر استعمال کی گئی اور یہود آپ کی بھول کو اپنے جادو کا کرشمہ بیان کرنے لگے اور صحابہؓ میں عجیب و غریب باتیں ہونے لگیں کہ یہودی کہتے ہیں کہ دیکھو ہم نے تمہارے رسول کو جادو کر دیا ہے۔

خاتم النبیینؐ پر جادو کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اللہ تعالےٰ نے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ یہ جھوٹ بول رہے ہیں کہ ہم ان کا پول کھولتے ہیں۔ اور رسول اللہ کو خبر دی کہ فلاں کنوئیں میں جس کو یہ جادو کہہ رہے ہیں وہاں کچھ ٹونے ٹوٹکے پڑے ہوئے ہیں جا کے دیکھ لو اور رسول کریمؐ صحابہ کو لے کر گئے اور وہاں سے نکلوا کر دکھا دیئے۔ مگر ہرگز یہ ثابت نہیں کہ نعوذ باللہ من ذالک اس کے نتیجے میں حضورؐ کو ذہول ہوا تھا۔ اس سے پہلے ذہول ثابت ہے اور یہ کہ یہودیوں

نے شرارت کی تھی کہ ہم نے جادو کیا ہے۔

مجالس عرفان میں جنازہ پڑھنے کا مسئلہ کئی مرتبہ اٹھایا گیا۔ ایک خاتون نے فرمایا۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ پڑھ لے وہ دل سے مسلمان ہے۔ اگر میں کلمہ پڑھتی ہوں اور میں مرجاؤں تو آپ میری نمازِ جنازہ پڑھنے کو کیوں تیار نہیں؟

حضور کا جواب بہت منطقی اور قطعی تھا فرمایا

غیر احمدی کا جنازہ نہ پڑھنے کا مسئلہ

آپ ہمارے علم کلام میں آج تک ایک جگہ بھی دوسرے مسلمانوں کے لئے غیر مسلم کا محاورہ نہیں دیکھیں گے۔ ہر جگہ غیر احمدی مسلمان کا محاورہ چلتا ہے۔ نماز جنازہ پڑھنے یا نہ پڑھنے یا پیچھے نمازیں نہ پڑھنے کا مسئلہ ایک اسلام کے اندر رہتے ہوئے کُفْرٌ دُوْنَ کُفْرٍ کا مسئلہ ہے جس کو تمام دنیا کے علماء جانتے ہیں۔ جتنے بھی فرقے مسلمانوں میں گزرے ہیں۔ بلا استثناء ہر ایک نے یہ فتویٰ دیا کہ تمہاری نماز دوسرے کے پیچھے نہیں ہوگی اور اس کی نماز تمہارے پیچھے نہیں ہوگی۔ اس کے ساتھ تمہارا رشتہ جائز نہیں اور تم ان کے ساتھ رشتے نہ کرو۔ اور ایک بھی استثناء سارے عالم اسلام میں نہیں ہے اس کے باوجود ایک دوسرے کو غیر مسلم نہیں کہتے تھے۔ تو ان دو چیزوں میں بڑا فرق ہے۔ اور کیوں نہیں پڑھتے ہمارے پیچھے کیا حکمت ہے وہ میں بتاتا ہوں۔ باقی علماء کا تو ایک مسلکِ فکر ہے جو ان کی تشریحات سے تعلق رکھتا ہے۔ ہم باقی سب سے اس معاملے

ہیں الگ حیثیت رکھتے ہیں ہم یہ مانتے ہیں کہ جس امام نے آنا تھا وہ آچکا ہے
اور امام خدا بناتا ہے۔ اگر آج یہ نہیں آیا اور کل وہ امام آجائے جس کا آپ
انتظار کر رہے ہیں تو آپ کا بعینہٖ یہی فتویٰ ہوگا جو ہمارا فتویٰ ہے کہ جو بھی
امام کا منکر ہوگا۔ اس کے پیچھے نہ آپ کی نماز ہوگی، نہ آپ کا نماز جنازہ ہوگا، نہ آپ
اس کی نمازِ جنازہ پڑھیں گی اور اس کے باوجود دوسروں کو غیر مسلم نہیں کہیں گے۔
یہ ہیں Logical Conclusion (منطقی نتیجہ) جو ہم نکالتے ہیں اگر ہم اپنے ادعا میں
دیانتدار ہیں کہ یہ شخص وہی امام ہے جس کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی
تو اس کے منکرین کے پیچھے ہماری نماز نہیں ہوسکتی۔ جس کو خدا نے امام بنایا ہو اس کے
منکر کا نہ جنازہ جائز ہے نہ نماز جائز۔ لیکن دُعا کرنی نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہے
یہ فرق ہے۔ باقی فرقے دُعا کی بھی اجازت نہیں دیتے۔ ہم کہتے ہیں کہ قرآن کریم
نے صرف عبادتوں سے روکا ہے۔ دُعا کی تلقین فرمائی ہے۔ چنانچہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم تمام بنی نوع انسان کے لئے دُعا کرتے تھے۔ مشرکین کے لئے بھی
دُعا کرتے تھے۔ بددُعا نہیں کرتے تھے۔ تو ہم غمی خوشی میں شریک ہوتے ہیں۔
دُعاؤں کی تلقین کرتے ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ وہ مسلمان ہیں یا غیر مسلم تمام دُنیا کے
انسانوں کے لئے مسلمان کی دُعا پہنچنی چاہیئے۔ مگر جنازے کا اور پیچھے نماز پڑھنے کا
مسئلہ امامت کے نتیجے میں ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے اور ہم تمام دُنیا
کے مسلمان فرقوں سے پوچھ چکے ہیں اور آج آپ بھی پوچھ سکتی ہیں۔ ہر ایک
کا یہی فتویٰ ہے کہ اگر امام نہیں ہے۔ تو جب بھی امام آئے گا اس کے
منکرین کے پیچھے اس کو ماننے والوں کی نماز نہیں ہوسکتی۔ نہ ان کے منکرین
کی نمازِ جنازہ کی ان کو اجازت ہوگی لیکن صرف یہی نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کا مسلک تو یہ تھا کہ جو لین دین میں کمزور تھا اس کی بھی نماز جنازہ

نہیں پڑھتے تھے۔ ایک حدیث نہیں بکثرت احادیث سے ثابت ہے۔ وہاں مسئلہ یہ ہے کہ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ چند افراد بھی اُمت میں سے پڑھ لیں تو کافی ہو جاتا ہے اور ہر ایک کے لئے ہر ایک کا پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ اسی بناء پر جماعت احمدیہ کا فتویٰ یہ ہے جس پر حال ہی میں عمل ہوا کہ امام کے انکار کی بناء پر ہم یہ طریق استعمال کر رہے ہیں۔ لیکن اگر کوئی ایسی صورت آجائے تو جماعت احمدیہ پر فرض ہوگا کہ اس کا جنازہ پڑھے۔ چنانچہ سویڈن میں یہ واقعہ ہوا کہ ایک ہوائی جہاز کریش ہوا اور وہاں ہماری بیت الصلوۃ اور مشن تھا اور دوسرے مسلمان نہیں تھے۔ ہمیں علم تھا کہ احمدی نہیں ہیں۔ مسلمانوں کی لاشیں نکلیں۔ امام بیت الصلوۃ نے کہا کہ اگر ان کا جنازہ نہ پڑھا گیا تو اُمت محمدیہ کی طرف منسوب ہونے والے چند لوگ ایسے ہونگے جو بغیر جنازے کے دفن ہوں گے۔ ہمارے امام نے جو مجھ سے پہلے تھے اُنہوں نے فون کروائے کہ فوری طور پر ان کا جنازہ پڑھو کیونکہ ہمارا مسلک اس قسم کا متشدد نہیں ہے جیسا کہ دوسرے مسلمانوں کا ہے۔ کوئی مسلمان بغیر جنازے کے دفن نہیں ہوگا۔ تو یہ ہمارا مسلک ہے اور اس کے پیچھے ہمارا ایک Logic ہے۔

ایک خاتون نے نماز کے وقت گزرنے کے خیال سے کہا۔
"نماز قضاء ہو رہی ہے۔ پہلے نماز پھر اور کچھ"

حضرت صاحب نے نماز کے وقت کے متعلق فقہی مسئلہ سمجھاتے ہوئے فرمایا۔

نماز مغرب کے وقت کی تعیین

لوگ یہ سمجھیں گے کہ ہمارا مسلک اور ہے، اور آپ کا مسلک اور ہے اور ہم اِس بات کے قائل نہیں ہیں۔ لیکن یہ بالکل درست نہیں ہے۔ مسلمان حنفی فرقے، شافعی فرقے، حنبلی فرقے، ان سب فقہی سُنی فرقوں میں اِس بارے میں اتفاق ہے۔ کہ شفق شام مغرب کی نماز کا وقت ہے۔ لیکن شفق شام کیا ہے، اِس میں نمایاں اختلاف ہے۔ اور مسلمان فقہی فرقے یہ کہتے ہیں کہ سُرخی شفق نہیں ہے بلکہ سفیدی شفق ہے۔ جب تک عشاء کی نماز کا وقت نہیں شروع ہوتا مغرب کا وقت رہتا ہے۔ چنانچہ کروڑوں مسلمان اس مسلک کے قائل ہیں۔ اور ہم بھی اِسی مسلک کے قائل ہیں کہ نماز کا اوّل وقت ہے شفق کا وقت جو سُرخی کا ہے۔ اور دوسرا وقت ہے سفیدی کا وقت اور صبح کی نماز سے ہم ثابت کرتے ہیں کہ شفق سفیدی سے شروع ہوتی ہے نہ کہ سُرخی سے۔ تہجد کا وقت کب ختم ہوتا ہے۔ جبکہ پہلی سفیدی کی لہر ظاہر ہوتی ہے نہ کہ سُرخی کی لہر۔ اس لئے ہمارے نزدیک مغرب کا وقت موجود ہے۔ ہم جب نماز پڑھیں گے تو مغرب کی پڑھیں گے۔ اور ہم اکیلے نہیں ہیں اِس میں۔ اہلحدیث اس کے خلاف ہیں لیکن تمام حنفی اہلحدیث کے علاوہ اِسی مسلک کے قائل ہیں جس کے ہم قائل ہیں۔ آپ پوچھ لیجئے کسی حنفی عالم سے وہ کہتے ہیں، جب تک

سورج غروب ہونے کے بعد سفیدی کی پہلی لکیر آسمان پہ ظاہر ہوتی ہے۔ یعنی ان کے نزدیک شفق سفیدی کا نام ہے نہ کہ سُرخی کا نام۔ اِس لئے میں تو اپنے مسلک کے مطابق کہہ رہا ہوں۔ مگر ہو سکتا ہے آپ میں سے بعض اہلحدیث مسلک کی ہوں جو فوراً نماز پڑھنا ضروری سمجھتیں ہیں۔ سُرخی سے پہلے تو وہ ابھی نماز پڑھ سکتی ہیں اس لئے ہم مجلس کو ختم کر دیتے ہیں۔

اس کے بعد سوال مختلف نوعیت کا تھا۔

"دیکھیں آج جب کہ دُنیائے اسلام چاروں طرف سے دُشمنوں میں گھری ہوئی ہے، لوگ اسرائیل وغیرہ بہت مار رہے ہیں مُسلمانوں کو۔ تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تھا۔ تو اس وقت وہ کسی پر ظلم نہیں برداشت کرتے تھے۔ آپ کیوں نہیں آواز اُٹھاتے؟

حضور نے وضاحت فرمائی

اسرائیلی حکومت کے خلاف جماعت احمدیہ کی زبردست تحریکات

کیوں نہیں اُٹھائی آپ کو اس بات کا پتہ نہیں میں اس وقت صرف تین باتیں آپ کو بتاتا ہوں۔ عوام الناس کی یادداشت بڑی کمزور ہوتی ہے۔ جب پہلی دفعہ فلسطینیوں کا مسئلہ پیش ہوا تو سب سے زیادہ پُرشوکت شاندار اور پُرقوت دفاع کس نے کیا تھا؟ سر ظفر اللہ خان صاحب نے جو اس وقت کے وزیر خارجہ پاکستان تھے۔ ابھی اور سُنیے۔ وہ مضمون جو اسرائیل کیخلاف مدلّل اور مُسلمانوں کے حق میں اور ان کو نصیحت پر مبنی جس نے تمام عالمِ عرب میں ایک تہلکہ مچا دیا تھا۔ اور اُنہوں نے اعلان کیا کہ اس سے زیادہ شاندار دفاع مضمون کی

شکل میں نہیں کیا گیا۔ اور وہ میرے والد (مرحوم) کا مضمون تھا جو خلیفۃ المسیح الثانی تھے۔ جب میں خلافت کے لئے منتخب ہوا تو پہلا بیان میں نے جماعت کو یہ دیا تمام دُنیا میں کہ ساری جماعت نمازِ تہجد میں دُعائیں کریں اور حتی الامکان کوشش یہ کریں کہ اسرائیل کا وجود دُنیا سے ختم ہو۔ اور جو مظالم کر رہے ہیں، یہ مسلمان اس سے نجات پائیں۔ چنانچہ ساری دُنیا کی جماعتوں میں دُعائیں کی گئیں۔ اور ہر جگہ جب بھی مجھ سے سوال ہوا باہر، اسرائیل کے متعلق سب سے زیادہ مدلل جواب ہماری جماعت کی طرف سے میں نے ان کو دیا۔ تو یہ خیال کر لینا کہ ہم شامل نہیں یہ غلط ہے۔

رہا یہ سوال۔

کہ پھر تم جہاد میں جا کر شامل کیوں نہیں ہوتے۔ جو عرب احمدی ہے وہ شامل ہوتا ہے، جو غیر عرب ہے اس کو عرب دُنیا شامل نہیں ہونے دیتی۔

اُسی خاتون نے تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

ان کو شکست کیوں نہیں ہوتی؟

حضور ایدہ الودود نے فرمایا

یہ مَیں بتا دیتا ہوں شکست ہونے کا مسئلہ یہ ہے کہ قرآن کریم نے ایک پیشگوئی کی تھی۔ اس پیشگوئی میں لکھا ہوا تھا۔ ایک ایسا وقت آئے گا کہ ہم یہود کو دوبارہ بیت المقدس پر قابض کر دیں گے۔ یہ قرآن کریم میں لکھا ہوا ہے جئنا بکم لفیفا اے یہود تمہیں پہلے بھی بیت المقدس عطا ہوا اور تم نے

نافرمانیاں کیں اور سرکشی کی۔ ایسا وقت آنے والا ہے کہ ہم دوبارہ تمہیں بیت المقدس پر مسلط کریں گے۔ اور پھر جب تم دوبارہ بے حیائیاں اور مظالم کرو گے تو ہم تمہیں ایسی عبرتناک سزا دیں گے کہ وہ ساری دُنیا کی قوموں کے لئے ایک نصیحت بنے گی۔ یہ خدا کا وعدہ ہے۔ اور ایک وعدے کا حصّہ پورا ہو گیا ہے۔ اِس لئے لازماً دوسرا بھی پورا ہونا ہے۔ یہ تقدیرِ الٰہی ظاہر کریگی۔ کب یہ واقعہ ہوگا۔ یہ مَیں نہیں کہہ سکتا۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ انشاءاللہ ہماری زندگیوں میں یہ واقعہ رونما ہو جائے گا لیکن ہماری لڑائیوں کے نتیجے میں نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اِس تقدیر کو چلانا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ عالمی جنگ ایک ایسی شکل اختیار کر جائے کہ یہود کو شدید سزائیں ملیں مثلاً جرمنی میں دوسری جنگِ عظیم سے پہلے یہود کو سزائیں دی گئیں تھیں کہ نہیں۔ اتنی ہولناک سزائیں دی گئیں تھیں۔ کہ دُنیا کی تاریخ میں کسی کو نہیں ملیں۔ اِس لئے آپ مایوس کیوں ہوتی ہیں جس خدا نے یہ تقدیر کی ہے کہ یہ یہاں آگئے ہیں وہی خدا دوسری تقدیر بھی چلائے گا انشاءاللہ تعالےٰ۔

محترم مہمان نے سوال کا انداز بدلا۔

وہ تو صحیح ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ امام مہدی آئیں گے تو ان کو شکست دیں گے۔ ہم تو مانتے ہیں ناں۔ تو پھر آپ آئے ہیں تو پھر یہ کیوں چاروں طرف سے اسلام پر مظالم کر رہے ہیں؟

حضور پُر نور نے مہدی کے تصور کی وضاحت فرمائی۔

قومی ترقی کا راز جانی و مالی قربانیوں میں مضمر ہے

امام مہدی کے متعلق جو خونی مہدی کا تصور ہے ہم اس کو تسلیم ہی نہیں کرتے۔ ہم تو مانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پیشگوئیاں کی ہیں ان کے مطابق واقعہ رونما ہوگا۔ کبھی دُنیا میں ایسا واقعہ نہیں ہوا کہ امام آئے قوم نہتی بیٹھی رہے اور امام تلوار پکڑے اور دُنیا کو فتح کر کے قوم کے سپرد کر دے۔ آج تک تاریخ اسلام میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہوا۔ ہوتا یہ ہے کہ وہ دعویٰ کرتا ہے۔ لوگ اس کو مارتے ہیں کاٹتے ہیں گھر جلاتے ہیں ان کے ماننے والوں کے۔ انتہائی ظلم کی چکّی میں وہ لوگ پیسے جاتے ہیں۔ جس طرح سونا آگ میں پڑ کر کندن بنتا ہے۔ اسی طرح ان کے کردار کی تعمیر ہوتی ہے۔ وہ مظالم برداشت کرتے ہیں۔ اس کے باوجود پھیلتے چلے جاتے ہیں۔ ان کو قربانیوں کے بعد غلبہ عطا کیا جاتا ہے۔ قربانیوں کے بغیر تو کبھی غلبہ عطا ہی نہیں ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس راستے کو اختیار فرمایا۔ ہمارے نزدیک اس راستے کے سوا اگر کسی اور نسخے کا کوئی قوم انتظار کرتی ہے۔ تو وہ اپنے خوابوں کی جنّت میں بستی رہے۔ کبھی یہ واقعہ نہیں ہوگا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کو کس طرح زندہ کیا تھا؟ اُحد میں سے گزارا تھا، بدر سے گزارا تھا، طائف سے آپؐ زخمی ہوتے ہوئے گزرے، مکّے کی گلیوں میں آپؐ کے غلام گھسیٹے گئے، ان کے اموال لوٹے گئے، ان کی بیویوں کو غیروں نے طلاقیں دیں، ان کی اولاد کو ورثے سے محروم کیا گیا، ان کے حج بند کیے گئے۔ یہ ہے Phenomena جو خدا کی طرف سے آنے والے کے مقدّر میں ہے اور اس Phenomena سے جو قوم صبر اور رضا کے ساتھ گزرتی ہے۔ وہ لازماً ایک دن غالب آجاتی ہے کبھی جلدی کبھی ذرا دیر کے بعد۔ مثلاً حضرت موسیٰؑ کو زندگی میں غلبہ عطا

ہوا۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زندگی میں غلبہ عطا ہوا لیکن
قربانیوں کے دور سے گزرے بغیر نہیں ہوا۔ حضرت عیسیٰؑ کو زندگی میں نہیں
ہوا۔ ان کی قوم نے تین سو سال قربانیاں دی ہیں اور لمبے دور کی قربانیوں
کے بعد جب لوگ سمجھتے تھے ہم ان کو مخالفت سے مٹا دیں گے، وہ بڑے
ہو کر اُبھرتے رہے۔ ہمارے نزدیک آنے والے امام کو مسیح ابنِ مریم
اسی وجہ سے کہا گیا ہے۔ یہ پیشگوئی تھی کہ جس طرح موسیٰؑ کے مسیح نے لمبے
عرصے تک قربانیاں دی تھیں اور صبر و رضا کے ساتھ مستقل مزاج تھے،
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں بھی ایک ویسا ہی مسیح پیدا ہوگا
جو مشقتوں، مخالفتوں کے باوجود ثابت قدم رہے گا۔ اس کی قوم کے
ساتھ وہ سارے سلوک کئے جائیں گے، گھر جلائے جائیں گے، زندہ جلائے
جائیں گے، کافر کہلائے جائیں گے، ہر بات ہوگی لیکن ہر مخالفت کے
بعد وہ پہلے سے بڑھ کر نکلے گی۔ اور رفتہ رفتہ اسلام کے غلبے کے اوپر
منتج ہو جائے گا۔ یہ ہے ہمارا عقیدہ اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ ہو رہا
ہے۔ دُنیا کے ہر ملک میں ہر مخالفت کے باوجود جماعت خدا کے فضل
سے پھیلتی جا رہی ہے۔ اس ملک میں ہم نے عظیم الشان قربانیاں دی ہیں۔
ہر دور میں ۱۹۵۳ء میں بھی دیں، ۱۹۳۴ء، ۱۹۳۳ء میں بھی دیں، ۱۹۷۴ء میں بھی
دیں اور اس کی تو آپ کو یاد بھی ہوں گی۔ ایک ایک گاؤں میں لوگ
مارے گئے، جلائے گئے، مال لوٹے گئے، بیویاں چھینی گئیں، بچے چھینے
گئے پھر بھی ثابت قدم رہے، اللہ کے فضل سے نتیجہ کیا نکلا، کیا ہم کم ہو گئے؟
کم نہیں ہوئے۔ حکومت پاکستان کے نمائندہ جنرل چشتی نے بیان دیا ۱۹۷۸ء
یا ۱۹۷۷ء میں اور وہ شائع ہوا تمام پاکستان کی اخباروں میں یا بعض اخباروں

ہیں۔ ان سے سوال ہوا کہ بتاؤ جماعت احمدیہ کے خلاف جو اتنے Measures لئے گئے ہیں اس کا کیا نتیجہ نکلا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ نتیجہ یہ نکلا ہے ' ہماری Finding یہ ہے۔ ۱۹۷۴ء سے لے کر اب تک تبلیغ کے ذریعے ان کی تعداد میں دس فیصدی اضافہ ہو چکا ہے۔ یہ ہے وہ نشان جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسیحیت کے نشان سے موسوم کرتے ہیں۔ انصاف کو اگر آپ چھوڑ کر باتیں کریں گے تو سارا نظام کائنات درہم برہم ہو جائے گا؛ سارا مذہبی نظام اُلٹ پلٹ ہو جائے گا۔

اسلام مذہبی آزادی کا سب سے بڑا علمبردار ہے

انسان کا یہ بنیادی حق ہے کہ جو وہ کہے کہ میرا مذہب ہے۔ وہی اس کا مذہب ہے۔ آپ اس کو حق دیں کہ وہ اپنے مذہب کا نام خود رکھے اور دوسرے کو حق نہیں ہے کہ وہ اس کے مذہب کا نام تبدیل کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت سے ہٹ کر اگر کوئی کرنا چاہے تو اس کی مرضی ہے۔ جس سُنّت کا ہمیں علم ہے وہ میں آپ کو سنا دیتا ہوں۔ دو مواقع ایسے ہیں جو بڑے قطعی ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کے لئے ایک راہنمائی فرما دی۔ ایک موقع تھا غزوہ ہو رہا تھا۔ ایک مسلمان صحابی نے بڑی مشکل سے ایک کافر پہلوان کو لتاڑا جو قابو نہیں آتا تھا اور بڑا نامور پہلوان تھا۔ جب اس کو قتل کرنے لگا تو اس نے کہا مَیں مسلمان ہوتا ہوں۔ اس لئے مجھے چھوڑ دو۔ اس نے کہا جھوٹ بولتے ہو۔ مرنے کا وقت آیا ہے تو جان بچانے کی خاطر ایسی کی تیسی تمہاری اور اس کو ذبح کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بڑے فخر اور

شان سے بتایا کہ یا رسول اللہ! آج اس طرح واقعہ ہوا۔ اِس طرح مَیں نے اس کو پچھاڑا اور آخر میں کہتا تھا مَیں مسلمان ہوں۔ مَیں نے کہا مجھے پتہ ہے تم جھوٹ بول رہے ہو اور مَیں نے اس کو ختم کر دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ مَیں نے ساری زندگی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا پریشان نہیں دیکھا۔ چہرہ تمتا اُٹھا اور بار بار کہنے لگے۔

هَلْ شَقَقْتَ قَلْبَهُ۔ هَلْ شَقَقْتَ قَلْبَهُ۔ کاش تم نے سینہ پھاڑ کے دیکھا ہوتا سینہ کیوں نہیں چاک کر لیا۔ معلوم تو کر لیتا سینہ کھول کر کہ اندر سے بھی وہی تھا جو باہر سے تھا یا کچھ اور تھا۔ اور پھر فرماتے ہیں اتنی بار فرمایا کہ بند نہیں کرتے تھے۔ یہ کلام کہتے چلے گئے کہتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ میرے دل سے آواز نکلی کہ کاش اس سے پہلے مَیں مسلمان ہی نہ ہوا ہوتا کہ آنحضورؐ کی اتنی ناراضگی نہ دیکھتا۔ یہ تو ہے اسوۂ حسنہ محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ ہر انسان کو حق دیا ہے کہ وہ اپنے مذہب کا اعلان کرے اور اگر کوئی مسلمان کہتا ہے تو اس کو غیر مسلم قرار دینے کا حق آنحضورؐ نے صحابہ سے چھین لیا ہے۔ اور موقع اتنا خطرناک تھا کہ عام عقل بھی فیصلہ کرتی ہے کہ ڈر کے مارے کیا ہوگا اور دل سے نہیں ہوا ہوگا۔ دوسرا موقع ہے اس سے برعکس لیکن وہ بھی ایک بڑا حسین منظر ہے۔ جنگ بدر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ کے صحابہ کی ظاہری کمزوری کی حالت سب پر عیاں ہے ۳۱۳، ایک ہزار عرب جوانوں کے مقابل پر اُن میں لنگڑے بھی تھے بوڑھے بھی تھے، ایسے بھی تھے جن کے پاس لکڑی کی تلوار تھی۔ بچے بھی تھے جو ایڑیاں اُونچی کر کے کھڑے ہوتے تھے کہ رسول اللہؐ ہمیں بچہ سمجھ کے نہ نکال دیں۔ یہ لشکر تھا۔ اور اس وقت اچانک مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑی

کہ ایک بہت زبردست تلوار کا لڑنے والا نامی عرب جو کافر تھا مسلمان نہیں تھا وہ آیا ہے اور کہتا ہے میں تمہاری طرف سے ہو کر کفارِ مکہ کے خلاف لڑوں گا۔ عام ردِ عمل یہ تھا کہ بہت خوشی کی بات ہے۔ ہم میں ایک اور طاقت آجائے گی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان استغنا دیکھیں اور مقام توکل دیکھیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ادنیٰ سا بھی اعتنا نہیں فرمایا۔ فرمایا! مجھے تو کسی مشرک کی مدد کی ضرورت نہیں۔ میرا توکل تو اپنے رب پر ہے اس لئے اس کو کہہ دو میں تمہیں اجازت نہیں دیتا۔ اس کو جب یہ بات پہنچی تو اس نے کہا میں مسلمان ہوتا ہوں۔ اب بظاہر وہ کوئی اعتبار والا وقت نہیں تھا۔ پہلے اصرار کر رہا ہے کہ میں بحیثیت مشرک لڑوں گا۔ کیونکہ اس نے اپنے کچھ بدلے لینے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کہہ سکتے تھے کہ نہیں تمہارا یہ موقع نہیں ہے۔ میں تم پر اعتبار نہیں کرتا۔ لیکن فوراً تسلیم کر لیا۔ تم کہتے ہو کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ تو میں مانتا ہوں کہ مسلمان ہو۔ اس لئے کہ یہ فیصلہ خدا نے کرنا ہے۔ کسی بندے کے ہاتھ میں خدا نے یہ تقدیر دی ہی نہیں کہ وہ بیٹھے اور فیصلہ کرے۔ یا قیامت کے دن کوئی جیوری بیٹھی ہو گی اللہ تعالےٰ کے ساتھ علماء کی جو فیصلے کریں گے کہ نہیں یہ مسلمان ہے، یہ غیر مسلم ہے۔ صرف خدا کی ذات ہے اور کوئی ذات نہیں ہے جو فیصلہ کر سکتی ہے، جو دلوں کا حال جانتی ہے۔ اسی لئے نہ قرآن نے حق دیا ہے کسی کو غیر مسلم قرار دینے کا نہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق دیا، نہ ساری زندگی یہ حق استعمال کیا۔ تو یہ فیصلہ ڈیموکریسی کے نام پر اگر کسی کو قبول ہے۔ تو شوق سے کرے۔ ہم تو تاریخ مذہب سے یہ فیصلہ دیتے ہیں اور اس کے سوا تاریخِ مذہب کا کوئی فیصلہ ہی نہیں ہے۔

اگلے پرچے کا سوال حضور نے پڑھا
کہ آپ حج کیوں نہیں کرتے ؟

حضور نے فرمایا

اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہر نیکی کا ثواب ملتا ہے

حج سب سے پہلے تاریخ میں جانتی ہیں کس پر بند ہوا تھا ؟ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا حج بند کیا گیا تھا۔ وہ وجود جس کی خاطر درحقیقت خانہ کعبہ کی تعمیر ہوئی ہے اس میں سب سے زیادہ عبادت کا حق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رکھتے تھے۔ آپ کا حج بند کیا گیا اور قرآن کریم یہ گواہی دیتا ہے کہ حج بند ہونے پر سب سے زیادہ حج جو قبول ہوا ہے وہ وہ تھا جو آنحضرت ؐ نے نہیں کیا۔ سورۃ الفتح میں تفصیل موجود ہے اور اس کی گواہی موجود ہے۔ احادیث میں اس کی تفصیل موجود ہے اور کسی فرقے کا کوئی اختلاف نہیں صحابہ کرام ؓ اس بات پر اصرار کر رہے تھے ' بلا استثناء کہ یا رسول اللہ یہ ہمارا حج روک سکتے ہیں ' ہم زبردستی حج کر کے دکھائیں گے ' ہماری قربانیاں قبول کیجئے اور ہو نہیں سکتا کہ آپ کی رؤیا قبول نہ ہو۔ اس لئے ہم حاضر ہیں ہمیں اجازت دیں۔ جس طرح منہ زور گھوڑے کی باگیں تھامنی پڑتی ہیں۔ اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر و استقلال سے ان کو روکے رکھا۔ اس قدر غم تھا صحابہ ؓ میں اس قدر جوش تھا کہ روایت آتی ہے کہ جب رسول اکرم ؐ نے یہ فیصلہ کیا کہ یہیں قربانیاں دے دی جائیں اور وہاں نہ جائیں تو ایک بھی صحابی نہیں اُٹھا۔ جو اطاعت کے پتلے تھے اور آگے بڑھ کر اُنہوں نے قربانیاں نہیں دیں۔ تب اُمہات المومنین میں سے ایک جو ساتھ تھیں۔

اُنہوں نے مشورہ دیا کہ یارسولؐ اللہ! یہ غم سے نڈھال ہو گئے ہیں' ان کے دماغ کے اندر سوچنے کی بھی طاقت نہیں رہی' آپؐ اُٹھیں اور قربانی دیں' پھر دیکھیں یہ کیا کرتے ہیں۔ تو رسول اکرمؐ نے قربانی دی۔ تو سارے صحابہ لپک پڑے اور قربانی دی۔ یہ وہ منظر ہے کیونکہ حضور اکرمؐ نے زبردستی حج نہیں کیا۔ اس لئے کہ قرآن کریم نے حج کی یہ شرط رکھی ہوئی ہے کہ راستے کا امن مہیا نہ ہو تو حج نہیں کرنا۔ اور حضور اکرمؐ سے بڑھ کر فلسفۂ شریعت کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ آپ جانتے تھے کہ ثواب اور تقویٰ اور نیکی اللہ کی اطاعت کا نام ہے نہ کہ زبردستی خدا کو خوش کرنے کا نام ہے۔ اس لئے قرآن کریم میں عائد کردہ شرط جب تک موجود ہے اس وقت تک کسی کو حج کرنے کی قرآن اجازت نہیں دیتا۔ یعنی زبردستی جس کو روکا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رک جاؤ پھر ہم جانیں اور تمہارا معاملہ ہمارے ساتھ ہے۔ ہمارے نزدیک تمہارا حج بغیر کئے بھی قبول ہو سکتا ہے۔ یہ بات میں نے کہاں سے نکالی۔ یہ قرآن کریم میں ہے۔ سورۃ الفتح میں اللہ تعالیٰ رسول کریمؐ کی حج کی قبولیت کی دو علامتیں بیان فرماتا ہے کہ عام حج تو یہ ہوتے ہیں۔ کہ حج سے پہلی زندگی کے سارے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ لیکن یہ حج جو نہیں کیا گیا تھا بظاہر خدا کی رضا کی خاطر، فرمایا یہ ایسا ہے کہ پہلے گناہ بھی بخشے گئے۔ اور آئندہ کے گناہ بھی بخشے گئے اس سے بھی بڑا کبھی دُنیا میں حج ہوا ہے کہ بظاہر نہیں ہوا اور پہلی زندگی پر بھی حاوی ہو جائے اس کی برکت اور آئندہ زندگی پر بھی حاوی ہو جائے' اور تمام بیعت رضوان کرنے والوں کے لئے جنّت کی خوش خبری دے دے۔ پس اصل ظاہر پرستی میں کوئی دین نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت

اور اس کی شرائط کو پورا کرنے کا نام دین ہے۔

محترم بہن نے دوسرے الفاظ میں اپنا مافی الضمیر بیان کیا
"وہاں مقابلہ تھا مسلمانوں کا اور کافروں کا اور یہاں ایک طرف آپ دوسری طرف مسلمان ہیں!
حضور نے فرمایا۔

احمدیوں کو حج سے روکنا بڑی خوش آئند بات ہے

موجودہ حکومت جس نے ہمارا حج روکا ہے۔ اس سے پہلے شریف مکہ نے ان کا روکا ہوا تھا۔ وہ مسلمان تھے۔ تاریخ اسلام بتاتی ہے کہ ان سے کا داخلہ بند تھا۔ یعنی Ban تھا۔ اور شریف مکہ جب تک رہے۔ وہ شرفاء کا خاندان اُنہوں نے ان کو کافر مرتد قرار دے کر جس طرح آج ہم سے سلوک کیا جارہا ہے' ان کا خانہ کعبہ میں داخلہ روک رکھا تھا۔ مدّتوں یہ سلسلہ جاری رہا۔ اللہ تعالےٰ کی خاطر جو زبردستی روکے جاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ باالآخر ان کو لازماً کامیاب کرتا ہے۔ یہ ہے تاریخ جو ہمارے سامنے Unfold ہو رہی ہے۔ اور ہم یقین رکھتے ہیں خدا کے فضل سے کہ جب آنحضرتؐ کو روکا گیا۔ تو خانہ کعبہ آپؐ کے سپرد کیا گیا۔ اور اب احمدیوں کو روکا گیا۔ یہ تو ہمارے لئے خوش آئند بات ہے۔ سعودی عرب وہ سختی نہیں کرتا جو پاکستان میں ہو رہی ہے۔ چنانچہ دُنیا کے مختلف ممالک سے احمدی، احمدی کہلا کر نہ صرف سعودی عرب میں گئے بلکہ حج کرنے کی ان کو اجازت دی گئی۔ چند سال پہلے نائیجیریا کے وفد کا لیڈر

احمدی تھا۔ حکومت سعودی عرب کی ایمبیسی نے یہ اعتراض کیا کہ ہم تو احمدیوں کو اندر نہیں آنے دیتے اور یہ احمدی ہے۔ نائیجیرین گورنمنٹ نے کہا کہ اپنے وفد کا لیڈر بنانا ہمارا کام ہے۔ تمہارا کام نہیں۔ تم وفد کو کینسل کرنا چاہتے ہو کینسل کر دو۔ لیکن یہ وفد اسی طرح جائے گا۔ اور سعودی عرب نے تسلیم کیا۔ اور وہ حج کا لیڈر احمدی تھا۔ انگلستان سے ہندوستان سے اور دنیا کے دوسرے ممالک سے احمدی کم از کم سینکڑوں نہیں تو بیسیوں جاتے ہیں۔ اور سعودی عرب قبول کر لیتا ہے۔ ہمارے معاملے میں وہ کہتے ہیں کہ پاکستان گورنمنٹ تمہیں منظور نہیں کرتی تو ہم کس طرح کر لیں۔ یہ صورتِ حال ہو رہی ہے۔ وہاں احمدی ملازم ہیں اور سعودی عرب کی حکومت کو پتہ ہے۔ انہوں نے بتایا ہوا ہے۔ وہ شہزادوں کو لے کر ربوہ بھی آئے ہیں۔ انگلستان میں ہماری بیت الصلوٰۃ میں لے کر آئے ہیں۔ سوئٹزرلینڈ میں ہماری بیت الصلوٰۃ میں لے کر آئے ہیں۔ کون کہتا ہے کہ ان کو پتہ نہیں کہ احمدی ہیں۔ میں نے خود ان سے گفتگو کی ہوئی ہے۔ اس لئے یہ آپ کا خیال غلط ہے۔

خواتین کی محافل میں جنوں کی حقیقت پہ ضرور سوال ہوتا ہے۔ ایک بہن نے پوچھا۔

قرآنِ کریم کے الفاظ الجن والانس میں حرف "و" جو استعمال ہوا ہے اس و کا مطلب تو اور ہے لیکن آپ لوگ کہتے ہیں جن اور انسان میں کوئی فرق نہیں۔ اگر ایسا ہے تو اس میں لفظ مِنْ ہونا چاہیے تھا۔ وضاحت کیجئے؟

حضور ایدہ الودود نے فرمایا۔

لفظِ جنّ کا حقیقی اور معنوی اطلاق

دونوں لفظ ہیں "و" والا بھی ہے اور مِن والا بھی ہے۔ جماعت احمدیہ کا یہ مؤقف نہیں ہے۔ کہ انسان کے علاوہ جنّ نام کی کوئی مخلوق نہیں ہے۔ یہ مؤقف بالکل نہیں ہے۔ جماعت احمدیہ کا مؤقف یہ ہے کہ قرآن کریم سے ثابت ہے اور احادیث نبویؐ سے ثابت ہے کہ جنّ کا لفظ الگ مخلوق پر بھی عائد ہوتا ہے اور انسانوں پر بھی عائد ہوتا ہے۔ وہاں معنوی ہے۔ اور دوسری جگہ حقیقی ہے۔ کیوں! مختصراً بتاتا ہوں۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہڈیوں سے استنجا نہ کرو، ہڈیاں جنوں کی خوراک ہے۔ اُس زمانے میں تو بیکٹیریا کا تصوّر بھی کوئی نہیں تھا آج معلوم ہوا کہ ہڈیاں بیکٹیریا کی خوراک ہے۔ اور اس سے واقعتہً Injury ہو جاتی ہے۔ یعنی بیماریاں پیدا ہو سکتی ہیں تو آنحضرتؐ کو اللہ تعالےٰ نے کسی مخلوق کی خبر دی تھی جو مخفی ہے۔ اس کی مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں ایک شکل بیکٹیریا یعنی ایسی زندگی کی قسمیں جو آنکھ سے نظر نہیں آتیں۔ جنّ کا لفظ ہر مخفی مخلوق کے لئے عربی میں بولا جاتا ہے۔ اور عربی ڈکشنریاں اس کی بکثرت مثالیں دیتی ہیں۔ مثلاً قرآن کریم میں جان کا لفظ سانپ کے لئے استعمال کیا۔

اور عربی میں جن سانپ کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ چھپ جاتا ہے۔ بلوں میں رہنے والی مخلوق ہے۔ جنّ کا لفظ پہاڑی قوموں کے لئے بھی قرآن کریم میں استعمال ہوا۔ جنّ کا لفظ حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کے قبضے میں بھی جو قومیں دی گئیں تھیں، ان کے لئے بھی قرآن کریم نے استعمال فرمایا۔

حالانکہ ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا۔ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ۔ وہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ اگر وہ جسمانی جنّ نہیں تھے۔ اور رُوحانی جنّ تھے' وہ تو زنجیروں میں نہیں جکڑے جاتے۔ دوسری جگہ اسی آیت کے شروع میں قرآن کریم فرماتا ہے کہ وہ غوطے لگاتے تھے سمندر میں۔ تو اگر وہ آگ تھی تو آگ تو غوطے سے ختم ہو جاتی ہے۔ تو قرآن کریم میں جنّ کا لفظ متفرق جگہ مختلف معنی میں استعمال فرمایا۔ مثلاً سورۃ رحمان میں فرماتا ہے۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۞ (سورہ رحمٰن : ۳۴)

"اے معشر الجنّ والانس تم اگر چاہتے ہو کہ تم آسمان اور زمین کی قطاروں سے نکل جاؤ تو نکل کر دکھاؤ۔ سلطان کے بغیر نہیں نکل سکو گے"۔ یہاں کیا معنی ہیں۔ جنّ جو دوسرے ہیں یعنی کوئی اور وجود ہے انسان کے علاوہ ہمارے نزدیک وہ مخاطب ہی نہیں ہیں۔ کیونکہ عربی محاورے سے ثابت ہے کہ جنّ بڑی قوموں کو بھی کہتے ہیں۔ غالب اور عظیم الشان لوگوں کو بھی بولا جاتا ہے۔ لیکن بعض اوقات عوام الناس کے لئے عربی میں صرف ناس کا لفظ آتا ہے۔ تو مخاطب یہاں اے بڑے لوگوں کے معشر اور اے چھوٹے لوگوں کے معشر۔ یا اے Capitalist طاقتوں کے نمائندو۔ اور اے عوامی طاقتوں کے نمائندو۔ یہ ترجمہ اس کا سو فیصدی درست بیٹھتا ہے۔ اور واقعات ثابت کر رہے ہیں کہ قرآن کریم کی یہ مراد تھی۔ کیونکہ یہ کوشش اب شروع ہوئی ہے۔ آج کے زمانے میں جب کہ دُنیا عوامی طاقتوں اور Capitalist بورژوا طاقتوں میں بٹی ہے۔ تب یہ ہوئی ہیں۔ اور قرآن کریم ان کو اکٹھا چیلنج کر رہا

ہے۔ یہ ہم ترجمہ کرتے ہیں تفسیری!

اب سُنئے سورۃ الناس اس میں مِنْ والا محاورہ آجاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ اِلٰهِ النَّاسِ۔ الناس کا سارا ذکر چل رہا ہے۔ الناس کا رَبّ الناس کا مالک، الناس اِلٰہ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاس کی تشریح کی۔ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاس. تک الناس چلا۔ صُدُوْرِ النَّاس کی تشریح کی۔ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاس۔ الناس دو قسموں کے ہوں گے۔ الناس میں سے جنّ اور الناس میں سے الناس یہ تو قرآن کریم نے اتنا مضمون کھول دیا ہے کہ خود جو آپ نے مِنْ کے لفظ کا مطالبہ کیا تھا۔ وہ کھول کر بیان فرما دیا کہ جب ہم کہتے ہیں کہ الناس میں وہ وسوسہ پھونکے گا تو مُراد یہ ہے کہ الناس کے دونوں گروہوں میں الناس میں سے بڑے لوگوں میں بھی اور الناس میں سے عوامی طاقتوں میں بھی مراد یہ تھی کہ آخری زمانہ میں ایسے فتنے پیدا ہونے والے ہیں جن فتنوں سے خدا سے متنفر کیا جائے گا۔ یہ بڑی capitalist طاقتوں میں بھی فتنے سر نکالیں گے اور دہریت کی طرف لے کر جائیں گے۔ تو الناس کی تشریح۔ مِنَ الْجِنَّةِ وَالناس کہہ کر سارے مضمون کو کھول دیا۔ اگر کوئی احمدی خاتون کہتی ہے۔ کہ انسان کے سوا جنّ کا کوئی وجود نہیں تو غلط کہتی ہے۔ اگر وہ یہ کہتی ہے کہ وہ بھی ہوگا لیکن جنّ انسانوں کے لئے بھی قرآن کریم نے استعمال کیا ہے تو وہ درست کہتی ہے۔

ایک دوسرا سوال ہوا۔

قرآنِ کریم میں سحر کا لفظ استعمال ہوا ہے لیکن آپ لوگ جادو کو کیوں نہیں مانتے ؟

حضور پُر نور نے فرمایا۔

جماعت احمدیہ ٹونے ٹوٹکے کی قائل نہیں

جو قرآن نے تشریح کی ہے اس کے مطابق مانتے ہیں۔ دیکھیں ہمارا مسلک بالکل واضح ہے اور اس میں ایک روشنی ہے خدا کے فضل سے۔ ہم کہتے ہیں کہ جو محاورہ قرآن اور حدیث میں استعمال ہوا ہو اس کا ماخذ ہی روشنی کا ماخذ ہے۔ اور محاورہ اگر قرآن کریم سے ثابت ہو جائے کہ اس کا یہ معنی ہے تو اس میں انسان اپنی طرف سے جب معنی ڈالے گا تو وہ معنی بگڑ جائیں گے۔ چنانچہ سحر کا لفظ قرآن کریم نے حضرت موسیٰؑ اور فرعون کے مقابلے کے وقت استعمال فرمایا۔

ایک طرف جادوگر تھے ایک طرف حضرت موسیٰؑ تھے۔ جادوگروں نے رسیاں پھینکیں اور بظاہر سانپ بنا دیا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اُنہوں نے جادو کیا مگر کیا جادو تھا؟ فرماتا ہے سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ اُنہوں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کیا۔ پھر فرماتا ہے۔ ان کے لئے یاد وہ خیال کرنے لگے کہ وہ سانپ ہیں۔ حالانکہ وہ رسیاں کی رسیاں رہیں۔ تو جادو کی حقیقت جو قرآن کریم نے بیان فرمائی ہے اس کو Modern Terms میں مسمریزم کہتے ہیں۔ اَعْيُنَ النَّاسِ کو ایسا دھوکہ دے دینا جس کے نتیجے میں حقیقت اگرچہ وہی رہے مگر وہ تبدیل شدہ شکل میں نظر آئے۔ یہ ہے قرآن کریم میں مبیّنہ جادو۔ دُنیا کا کوئی احمدی اس جادو کا انکار نہیں کرتا۔ لیکن جہاں ٹونے

ڈھکے اور قسم کے ہیں۔ اُن کا قرآن سے ثبوت ہی نہیں ملتا۔ ہم ان کو کیوں
تسلیم کریں گے۔

حضور نے اگلا سوال پڑھ کر جواب دیا۔
یہ بہت دلچسپ سوال ہے۔ کہتے ہیں آپ لوگوں نے یہ بات کب
محسوس کی کہ مرزا صاحب مہدی ہیں ؟ گویا آہستہ آہستہ محسوس ہوا ہے
ہمیں کہ مہدی مرزا صاحب ہیں۔

مہدی منجانب اللہ مامور زمانہ ہے

مہدی احساسات سے نہیں بنے گا۔ مہدی تو وہی ہوگا جس کو خدا تعالیٰ
واضح طور پر فرمائے کہ میں تجھے مہدی کہتا ہوں۔ تو یہ ساری باتیں سُن کر پھر وہ سوال
اپنی جگہ کا اپنی جگہ رہا کہ مہدی محسوس کریں گے آپ ! یہ تو ویسی ہی بات ہے
جس طرح زلیخا کی کہانی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ساری رات کسی بے چارے نے
زلیخا کی کہانی سنائی تھی کسی کو ! اور جب صبح ہوئی تو اس نے سوال کیا کہ زلیخا
عورت تھی کہ مرد تھا۔ تو مجھ سے ان خاتون نے وہی بات کی ہے۔ میں تو کہہ
رہا ہوں، کہ احساسات کا مہدی کی ماموریت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ اس
کے ماننے والوں کے احساس کا نہ اس کے احساس کا۔ مہدی صرف وہی ہوگا
برحق جس کو اللہ کھڑا کرے گا اور اللہ حکم دے گا کہ میں تجھے امام مہدی بناتا
ہوں۔ اور اس کے بغیر تو ویسے بھی کوئی ہمت نہیں کر سکتا۔ دیکھیں غور کریں
جس کو خدا کھڑا کرتا ہے اس کو کھڑا ہوتے ہی مار پڑنی شروع ہو جاتی ہے

یہ تو مسلمہ بات ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں میں سے کوئی ایک آپ بتا سکتے ہیں کہ جس کے دعوے کے ساتھ ہی ساری عزتیں نہ چھین لی گئیں ہوں اور شدید مار نہ پڑی ہو۔ تاریخِ عالم میں سے ایک نکال کے بتا دیں۔ ایک بھی نہیں۔ تو یہ مسلّم بات ہو گئی کہ جب خدا کسی کو کھڑا کرتا ہے تو اسی دن سے اُسے خوب مار پڑنی شروع ہو جاتی ہے۔ تو وہم پر کون مار کھا سکتا ہے بے چارہ! اِس کو تو حوصلہ چاہیئے۔ اس مار کے باوجود مٹ نہ سکے، مار کے باوجود زندہ رہے۔ قتل ہونے کے باوجود ان کے ماننے والوں کے نفوس میں برکت ہوتی چلی جائے۔ مال لٹوانے کے باوجود اللہ تعالےٰ ان کے اموال میں برکت دیتا چلا جائے یہ معجزہ جب تک خدا کی تائید کا نہ ہو اور واضح نہ ہو محض احساس سے کون کھڑا ہو سکتا ہے، جرأت بھی نہیں کر سکتا ہے۔ کوئی پاگل کھڑا ہوتا ہے تو پھر لوگ مٹا بھی دیتے ہیں اس کو اور اس کی کوئی تائید اس کے کام نہیں آتی۔ کہانی بن جاتا ہے، قصہ ہو جاتا ہے۔ کتابوں میں اس کے نام ملتے ہیں۔ خدا جس کو کھڑا کرتا ہے واضح طور پر کھڑا کرتا ہے اور پھر تائید کرتا ہے اور نہیں مٹنے دیتا۔ یہ ہے مکمل مضمون جس میں آپ یہ استثناء نہیں دیکھیں گے۔

الٰہی تائیدات حضرت مرزا صاحب کے سچّے ہونے کی دلیل ہے

حضرت مرزا صاحب کے متعلق احساسات کا کیا تعلق ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ کتنے امام مہدی کے دعویدار پہلے بھی آچکے ہیں کہاں ہیں ان کے ماننے والے؟ جس طرح بھول کتابوں میں ملتے ہیں۔ یہ وہ کانٹے ہیں جو کتابوں میں ملیں گے آپ کو! کوئی ان کا سلسلہ باقی نہیں رہا، کوئی نظام دنیا میں

قائم نہیں ہے۔ ایک جھٹکے میں قوم نے انہیں اُتار کر پھینک دیا' اور ذلیل کرکے رسوا کر دیا' خاک میں ملا دیا۔ کچھ دیر شہرت بھی حاصل کی لیکن مٹ کے ختم ہو گئے۔ ایک ہی دعویدار ہے ساری دُنیا میں امام مہدی کا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی (آپ پر سلامتی ہو) جس کے سلسلے کو ہر کوشش مٹانے میں ناکام رہی اور ہر ناکام بنانے والی کوشش کے بعد وہ بڑھا ہے پہلے سے! ۱۹۳۴ء کے بعد اس کے ماننے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ ان کی قوت میں اضافہ ہوا۔ ۱۹۵۳ء میں بھی بالکل یہی نتیجہ نکلا۔ ۱۹۷۴ء میں بھی یہی نتیجہ نکلا۔ اور آج سارے علماء جو میری گردن کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں یہی کہہ رہے ہیں کہ یہ آیا تو اور جارحیت آگئی ہے اور زیادہ تیزی سے پھیلنے لگ گئے ہیں۔ ان کا تو علاج وہی کرو جو پہلے لوگ کرتے آئے تھے۔ قتل و غارت کر دیا وطن سے نکالو۔ ورنہ ان لوگوں نے پھیلنے سے رُکنا ہی نہیں۔

مخالفتوں کی آنچیوں اور پُر خطر راستوں سے گزرنا مامور زمانہ کا مقدر ہوتا ہے

جتنی بڑی مخالفت کوئی کرتا ہے سچے امام کی اس کے نتیجے میں وہ پھیلتا ہے اور جب تک خدا کی تائید واضح قطعی سامنے نہ ہو احساسات سے کس طرح کوئی قوم بچ سکتی ہے۔ اس لئے یہ بات جھوٹ ہے کہ امام مہدی کا دعویٰ بڑا آسان کام ہے۔ یہ تو سب سے مشکل کام ہے۔

آسٹریلیا میں مَیں بیت الصلوٰۃ کی تعمیر کے لئے گیا تھا۔ وہاں میں نے یونیورسٹی آف کینبرا میں ایک لیکچر دیا۔ اس کے بعد سوالات ہوئے تو آسٹریلین یونیورسٹی کا ایک طالب علم بہت دلچسپی لینے لگ گیا۔ سوالات میں حضرت

عیسیٰؑ کی زندگی موت کا بھی سوال تھا۔ مَیں نے بائیبل سے ثابت کیا، مَیں نے کہا وہ تو فوت ہو گئے ہیں، تم کس کا انتظار کر رہے ہو؟ تو وہ باہر نکل کر موٹر تک میرے ساتھ آیا اور مجھے اس نے کہا یہ تو مَیں سمجھ گیا ہوں، مجھے یقین ہو گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں، اور یہ آپ بھی مانتے ہیں کہ نیا ان کی مثال پر کوئی اور آئے گا تو شاید مَیں کیوں نہ ہوں۔ یہ مجھے سمجھائیں کہ مَیں ہو سکتا ہوں کہ نہیں۔ مَیں نے کہا جہاں تک کُھلے عقلی امکان کا تعلق ہے کوئی بھی ہو سکتا ہے، خدا نے بنانا ہے۔ اگر حضرت مرزا صاحب نہیں ہیں تو پھر کوئی بھی ہو سکتا ہے۔ اس نے کہا پھر یہ کیوں نہ ہو کہ مَیں ہی ہوں شاید! مَیں اس طرف کیوں نہ توجہ کروں۔ بجائے مرزا صاحب کے جو غیر ملک کا آدمی تھا۔ تو میرے لئے تو آپ نے راستہ کھول دیا ہے۔ مَیں نے کہا ایک رستہ کھول بھی دیا ہے لیکن اس رستے کے اوپر جو آپ پر گزرے گی وہ مَیں بتا دیتا ہوں۔ پہلے مسیح سے جو سلوک ہوا وہ تو آپ کو پتہ ہے کہ کیا ہوا تھا اور اس مسیح سے جو ہوا وہ مَیں بتا دیتا ہوں۔ اب بتایئے کیا خیال ہے۔ مَیں نے تھوڑی دیر بتایا کہ احمدیوں سے کیا ہو رہا ہے خود اپنے وطن میں اور دوسرے ممالک میں کیا ہوا ہے اس نے کہا اچھا مسیح کے دعوے کے ساتھ یہ چیزیں بھی لگی ہوئی ہیں۔ میری توبہ مَیں نے نہیں مسیح بننا کبھی ساری زندگی۔ یعنی گویا خدا بنا رہا ہے اس کو اور وہ کہتا ہے مَیں نے نہیں بننا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اللہ نے کھڑا کیا تھا تو آپ نے وہ روایت پڑھی ہو گی۔ آپؐ کانپ رہے تھے بڑی شدید سردی لگ رہی تھی، اور بے انتہا کرب اور بے چینی تھی کہ کیا ہونے والا ہے، میرے ساتھ

کیا واقعہ ہو گیا۔ اور حضرت خدیجہؓ نے جب اپنے کزن کو بلایا اور کہا کہ ان کو بتاؤ، وہ مذہبی کُتب کے کافی عالم تھے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نے کہا کہ بتاؤ مجھے خود سناؤ کیا واقعہ ہوا؟ کس طرح فرشتہ رونما ہوا؟ کیا اس نے کہا؟ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ساری بات سنائی تو ان کا جواب سُنیں۔ اُنہوں نے کہا کہ ایک وقت آئے گا جب تیری قوم تجھ سے بہت بدسلوکی کرے گی تجھے اپنے وطن سے نکال دے گی اور شدید ظلم تیرے ماننے والوں پر توڑے جائیں گے۔ کاش میں اس وقت زندہ ہوں اور مَیں بھی تیری خاطر وہ دُکھ اُٹھانے والوں میں شامل ہوں۔ اور مَیں بھی تیرے آگے اور پیچھے مدد کر رہا ہوں۔

جب یہ بات سُنی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دل اتنا معصوم تھا کہ آپ نے فرمایا کیوں مَیں نے کون سا ایسا گناہ کیا ہے کسی کا مَیں نے کون سا دُکھ دیا ہے کسی کو کہ قوم میرے ساتھ ایسا سلوک کرے گی۔

اُنہوں نے کہا اے محمدؐ یہ ہمیشہ سے مقدر ہے۔ خدا کے ہر پیارے سے جو خدا کی خاطر کھڑا ہوتا ہے۔ نیک کام پر اس کے ساتھ یہی سلوک ہوتا ہے۔ اس لئے کوئی استثنا نہیں۔ اور پھر جب نبوت آگے بڑھتی ہے تو آپ کو پتہ ہے کیا سلوک ہوئے تو یہ ہو کیسے سکتا ہے کہ خدا نے یہ کروانا ہو اس کے ساتھ اور صرف وہم پر ہی سلسلہ چل رہا ہو اور احساسات پر۔ ہم اس لئے امام مہدی مانتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے واضح طور پر آپ سے کلام کیا اور فرمایا مَیں تجھے امام بناتا ہوں زمانے کا تو وہی امام مہدی ہے جس کی خبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی اور اس کا ظاہری ثبوت یہ نکلا کہ اس دعوے کے ساتھ ہی ساری قوم نے آپ کو چھوڑ دیا۔ اپنے بیٹوں نے انکار کر دیا۔

دو بیٹے موجود تھے۔ اپنے خاندان والے دُشمن ہو گئے۔ وہ شخص جس کے اوپر سارے ہندوستان کی نظریں تھیں اور بعض صوفیاء اور بزرگ یہ کہہ رہے تھے کہ

ہم مریضوں کی ہے تم ہی پہ نظر
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

جس دن یہ دعویٰ کیا ہے کہ خدا نے مجھے کہا ہے اُس دن ساری قوم چھوڑ بیٹھی۔ دجال، قتل کے فتوے، سب سے بڑا مُفتری، لوگ یہ ساری باتیں قرار دینے لگ گئے۔ اِس لئے یہ واضح ہے جب خدا فرماتا ہے اسی وقت ہمت عطا ہوتی ہے ورنہ ہو ہی نہیں سکتی۔ اور اگر کوئی پاگل پن میں کرتا ہے تو پھر وہ مٹ جاتا ہے۔ یہ دونوں باتیں حضرت مسیح موعود (آپ پر سلامتی ہو) کی سچائی کی دلیل ہیں۔

اِس سوال پر کہ کیا کوئی اور نبی آسکتا ہے؟

حضور نے فرمایا۔

اُمتّی نبی آسکتا ہے لیکن وہی جس کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہو

مَیں نے آپ کو بتایا تھا کہ نبی اور امام مہدی قرآن کریم کی رو سے ہم معنی لفظ ہیں۔ اُمت محمدیہ میں اگر کوئی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل غلامی کرے تو عقلاً یہ امکان کھلا ہے کہ اُمتّی نبی آجائے لیکن وہی آئے گا

جس کی خبر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہو۔ جس کی خبر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ دی ہو وہ کیسے سچا ہوگا۔ اِس لئے کون آئے گا، کتنے آئیں گے، اس کا فیصلہ مجھے یا آپ کو کرنے کی ضرورت نہیں۔ اُس کا فیصلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کو کرنے کا حق نہیں کیونکہ آپ قیامت تک کے رسول ہیں۔ قیامت تک کی اہم خبریں اللہ تعالےٰ نے آپ کو عطا فرمائیں اور یہ ہو نہیں سکتا کہ خدا نے دس اُمتی نبی بھیجنے ہوں اور صرف ایک کی خبر دے۔ اس لئے عقلاً امکان اور چیز ہے۔ واقعتاً کتنے آئیں گے یہ حضرت اقدس محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے بغیر فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ اور آپؐ نے ایک امام مہدی کی خبر دی ہے یہ تو ہمیں علم ہے اور ہم ایک کو مان بھی بیٹھے ہیں۔ اِس لئے کل کو اگر کسی نے دعویٰ کیا تو جماعت احمدیہ اِس سے پوچھے گی کہ ہم نے پہلے کو تو اِس لئے مانا تھا کہ اس کے متعلق آنحضورؐ کی خوشخبریاں تھیں۔ اگر تم سچے ہو تو وہ خوشخبریاں دکھاؤ ہم تمہیں بھی مان لیں گے۔ یہ ہمارا مسلک ہے۔ اس مسلک میں کوئی دھوکہ کھانے والی بات نہیں ہے۔ کوئی غلطی اور ٹھوکر کا امکان نہیں ہے۔ خدا کی طرف سے جب کوئی آنے کا دعویٰ کرتا ہے تو ہمارا فرض ہے کہ پتہ کریں کہ کیا بات ہے۔ اگر وہ سچا ہوگا اور اُمت محمدیہ میں ہوگا تو لازماً حضور اکرمؐ کی سند اس کو دکھانی پڑے گی۔ ساری بحث اس پر چلے گی۔

ایک خاتون نے پوچھا
آنحضورؐ خاتم النبییّن ہیں توپھر آپ امام مہدی کو کیسے نبی مانتے ہیں؟

حضور نے فرمایا۔

حضرت خاتم النبییّنؐ نے اپنے بعد آنیوالے کی خود بشارت دی ہے

یہ سوال تو پہلے بھی ہو چکا ہے کہ خاتم النبییّن جب رسول اکرمؐ ہیں تو پھر آپ کیسے امام مہدی کو نبی مانتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آیت خاتم النبییّن جس رسول پہ نازل ہوئی جس کی شان میں نازل ہوئی، اگر وہ خود جس پہ نازل ہو رہی ہے۔ وہ پیشگوئی کرے کہ میرے بعد ایک نبی اللہ آئے گا اور مسلم کی حدیث چار مرتبہ آنے والے کو نبی اللہ کہے تو جن معنوں میں آنحضورؐ نبی اللہ فرماتے ہیں، ان معنوں میں ماننے بغیر چارہ ہی نہیں۔ اور یہ ماننا ضروری ہوگا کہ ان معنوں میں نبی ماننا آیت خاتم النبییّن کے منافی نہیں ہے۔ دوسرا مَیں پہلے بھی بار بار ذکر کر چکا ہوں کہ امام مہدی کا آپ کا تصور بھی نبی والا ہی ہے۔ اسلئے نبی نام سے بلانے سے کیا فرق پڑجاتا ہے۔ اپنے عقیدے کو کھنگالیں یہ معلوم کریں پہلے اچھی طرح کہ جس امام مہدی کی آپ منتظر ہیں اس میں یہ دو صفات نبیوں والی ہوں گی یا نہیں۔ یعنی خدا اس کو الہامًا کھڑا کرے۔ اور اس کا ماننا ضروری قرار دے دیا ہو۔ قرآن مجید پڑھ لیں نبیوں کے سوا کسی کا ماننا انسانوں میں سے ضروری نہیں ہے دیکھ لیجئے فرشتوں پر ایمان ضروری ہے۔ خدا کے بعد کتابوں پر ایمان ضروری ہے انسانوں میں سے

نبیوں پر ایمان ضروری ہے، کسی غیر نبی پر ایمان ضروری ہے کہیں دکھا دیں قرآن کریم میں لکھا ہوا۔ تو یہ دو صفات نبیوں کی ہیں۔ عقیدہ تو آپ کا بھی وہی ہے جو ہمارا ہے۔ اس لئے عقیدے سے فرق پڑا کرتا ہے۔ نام سے کوئی فرق نہیں پڑتا یہ تو ویسے ہی پھر فیض والی بات ہے۔

"ہم سے کہتے ہیں چمن والے عزیبان چمن
تم کوئی اچھا سا رکھ لو اپنے ویرانے کا نام"

اب نام سے ویرانہ کس طرح گلشنوں میں تبدیل ہو جائے گا۔ وہ تو ویرانہ ہی رہے گا اور اگر گلشن کو کوئی ویرانہ کہہ دے گا تو وہ تب بھی گلشن ہی رہے گا۔ تو آپ کا جو گلشن ہے امام مہدی کا اس کا نام آپ ویرانہ رکھ رہی ہیں کہ وہ نبی نہیں حالانکہ عقیدہ یہی ہے کہ اللہ کھڑا کرے گا اور ماننا ضروری ہے یہ تعریف ہے نبوت کی جن معنوں میں ہم حضرت مسیح موعود کو نبی مانتے ہیں۔ اس تعریف کے سوا اور کوئی تعریف نہیں ہے۔ یعنی خدا کا کلام پیار دو الگ باتیں ہیں۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ دو باتیں ہم مانتے ہیں۔ یہ دو باتیں اگر کفر ہیں تو آج نہیں تو کل جب امام مہدی آئے گا تو آپ کافر ہو جائیں گی اس کو مان کر۔ اس میں بھی دو باتیں ہوں گی اس لئے ہمارا اختلاف ہے ہی نہیں خاتم النبیین کی وہی تشریح ہماری ہے جو آپ کی ہے عملاً صرف جرأت نہیں ہے کھل کر معاملے کو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے کی اور حق الفاظ میں تسلیم کرنے کی۔

---

(۲) مجلس عرفان منعقدہ ۷ فروری ۱۹۸۴ء میں غیر از جماعت خواتین کی طرف سے کئے گئے سوالات اور اُن کے جوابات

۷ فروری ۱۹۸۴ء کو حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی کراچی آمد پر لجنہ اماء اللہ کی ممبرات نے اپنی مہمان بہنوں کو دعوت دی اور ایک پُر معارف مجلس میں اُن کے سوالات کے حضرت صاحب نے پُر مغز، قاطع جوابات مرحمت فرمائے اِس انداز میں کہ خواتین کی دلچسپی انتہا درجے پر قائم رہی۔

ایک خاتون نے فرمایا

"آپ لوگوں کی نماز اور روزہ تو ہماری ہی طرح ہے تو پھر آپ لوگوں کو کافر کیوں قرار دیا گیا ہے؟"

حضور نے شفقت سے جواب مرحمت فرمایا

پاکستان کی قومی اسمبلی کا فیصلہ محل نظر ہے

جماعت احمدیہ کے متعلق جو بنیادی بات ہے وہ سب کو معلوم ہونی چاہیئے جو اختلاف کی وجہ ہے۔ اور کس حد تک وہ وجہ جائز ہے؟ اور واقعی کافر قرار دینا حق بجانب ہے کہ نہیں یہ فیصلہ آپ خود کر سکتی ہیں۔ ۱۹۷۴ء میں

جو نیشنل اسمبلی اس مسئلے پر غور کرنے کے لئے بیٹھی تھی اس میں متفرق فرقوں کے نمائندے بھی شامل تھے، اگرچہ فرقوں کے نمائندے کے طور پر نہیں۔ مگر ممبر اسمبلی کی حیثیت سے۔ ہر فرقے ہر خیال کے لوگ تھے۔ علماء بھی تھے اور جہلاء بھی بیچ میں تھے۔ ایسے بھی تھے جو کبھی نماز کے قریب نہیں گئے۔ ایسے بھی تھے جو دہریہ تھے۔ ایسے بھی تھے جو رشوت لیتے ہیں سفارشیں بیچ کر پیسے کمانے والے بھی بہت تھے۔ ایک بہت دلچسپ قسم کی اسمبلی تھی جس میں بھان متی کا کنبہ جوڑا گیا تھا اور وہ بیٹھی اس بات پر فیصلے کے لئے کہ ہم لوگ مسلمان ہیں یا نہیں ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نوراللہ مرقدہ، جو میرے بڑے بھائی بھی تھے ان کے ساتھ جو چار دوسرے جماعت کے خدام گئے ان میں ایک مَیں بھی تھا۔ ساری اسمبلی میں مَیں موجود رہا۔ تو باہر کی دُنیا کے سامنے تو صرف یہ بات آئی کہ پاکستان کی نمائندہ اسمبلی نے اور بڑے بڑے علماء نے غور کرنے کے بعد ایک فیصلہ دے دیا ہے اور جو ان کا فیصلہ ہے وہ درست ہے۔ اس کے بعد یہ بحث فضول ہے کہ یہ مسلمان ہیں یا نہیں ہیں۔ فیصلہ کیوں دیا گیا اور فیصلہ دینے والے کس حد تک حق بجانب تھے یہ چند باتیں مَیں آپ کے سامنے کھول دیتا ہوں۔

جماعت احمدیہ کا اٹل عقیدہ

بُنیاد یہ بنائی گئی کہ خاتم النبیینؐ کے متعلق جماعت احمدیہ کا عقیدہ باقی سب مسلمانوں سے اتنا مختلف ہے کہ اس کے بعد ان کے لئے مسلمان کہلانے کا حق باقی نہیں رہتا۔ سارے مسلمان بلا استثناء اس بات کے قائل ہیں

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اب کسی قسم کا کوئی نبی بھی' نہ پرانا نہ نیا نہ اُمتی نہ غیر اُمتی کوئی نہیں آئے گا اور اس پر ساری اُمت کا اتفاق ہے۔ یہ دروازے بند ہو چکے ہیں' اور وحی بھی بند ہو گئی ہے کسی قسم کی وحی نہیں ہو گی۔ تو اس کے بعد یہ نیا شوشہ چھوڑ دینا کہ ایک نبی آ گیا خواہ وہ اپنے آپ کو اُمتی بھی کہے تب بھی یہ اُمت کے متفق علیہ فیصلے کے خلاف ہے۔ اور کیونکہ اس کے نتیجے میں آیت خاتم النبیین کا انکار لازم آتا ہے اس لئے یہ غیر مسلم ہیں۔ یہ تھا اصل فیصلہ جو بنیاد ہے ہمیں غیر مسلم قرار دینے کی۔ جماعت احمدیہ کا اس کے مقابل پر کیس کیا ہے' ہم کیا کہتے ہیں اور واقعتاً یہ لوگ ہمیں غیر مسلم کہنے میں حق بجانب ہیں کہ نہیں۔ یہ مَیں آج آپ سے عرض کرتا ہوں جس طرح اس بہن نے سوال کیا ہے' امر واقعہ ہے کہ باقی سارے قرآن پر عمل، شریعت پر عمل' ہمارے تمام بنیادی عقائد ایمانیات' سب ایک ہیں اور Fundamentals میں کوئی اختلاف ہی نہیں ہے۔ ہم بھی اسی پنجگانہ نماز کے قائل ہیں جس طرح آپ ہیں۔ اُسی روزے کے قائل ہیں۔ اُسی حج کے قائل ہیں اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب انبیاء سے افضل اور خاتم الرسل یقین کرتے ہیں۔ ایمان بالآخرت' ایمان بالغیب' کوئی بھی ذرہ نہیں جو مبادیات اور Fundamentals سے تعلق رکھتا ہو' اس میں ہمارا اختلاف ہو۔ تو اس لئے عام لوگوں کو سب کو دیکھ کر یہ تعجب پیدا ہوتا ہے کہ اتنا بڑا فیصلہ دے دیا گیا ہے اور دیکھنے میں جب ہم قریب آتے ہیں تو ان کی نمازیں وہی روزے وہی بیوت الصلوٰۃ اسی طرح اذان اسی طرح' تو یہ فیصلہ کیوں دیا گیا؟ اب اس خطرے کو محسوس کر کے آج کل علماء یہ بھی تحریک چلا رہے ہیں کہ ان کی اذانیں بھی

بند کر دی جائیں، ان کو قانوناً نمازیں پڑھنے سے روک دیا جائے، ان کو بیوت الصلوٰۃ بنانے سے روک دیا جائے، ان بیوت الصلوٰۃ پر قبضہ کر لیا جائے یا جلا دی جائیں یا منہدم کر دی جائیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا کہنے کا حق ان سے چھین لیا جائے، توحید پر ایمان کا حق ان سے چھین لیا جائے یعنی کلمہ پڑھنے سے روکا جائے ان کو کیونکہ اس طرح عوام الناس کو دھوکہ لگتا ہے۔ کیونکہ یہ سوال اسی سے تعلق رکھتا ہے اس لئے میں تفصیل بیان کر رہا ہوں کہ اس

سارے واقعہ کے بعد یہ خیالات دلوں میں ایک ہیجان پیدا کرتے ہیں کہ دیکھنے میں بظاہر ساری باتیں وہی اور پھر غیر مسلم۔ تو علماء اب باقی باتیں بھی بدلانے کی زبردستی کوشش کر رہے ہیں، ہمارے عقیدے کے برخلاف، ہمارے عمل کے برخلاف اور یہ وہ بات ہے جس پر ہم کسی قیمت پر بھی ان کے مطالبے کو قبول نہیں کر سکتے۔ وہ کہتے ہیں اپنے منہ سے غیر مسلم کہو۔ بات یہ ہے کہ ہم اگر اپنے منہ سے غیر مسلم کہیں تو کیا نتیجہ نکلے گا۔ غیر مسلم تو کلمہ شہادت کے انکار کے بغیر بن ہی نہیں سکتا۔ جو کلمہ شہادت کو توڑے گا وہی غیر مسلم بنے گا یا باہر جائے گا۔ تو ہمیں جب کہتے ہیں کہ زبردستی تم اپنے منہ سے غیر مسلم کہو تو مطلب یہ ہے کہ توحید کا انکار کر دو اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ غلط قرار دو۔ اور خدا پر افتراء باندھنے والا قرار دو۔ یہ تو ناممکن ہے۔ میں نے بارہا جماعت کو کہا ہے کہ ساری جماعت بھی کٹ جائے۔ جو پھانسیاں آپ نے لگانی ہیں بے شک لگا دیں۔ مگر یہ ناممکن ہے کہ جماعت احمدیہ کلمہ توحید اور کلمہ رسالت کا انکار کرے۔ آپ جو چاہیں ہمیں کہیں۔ لیکن آپ دین تو نہیں بدل سکتے۔ دین ہمارا یہی ہے کہ قرآن آخری کتاب ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری صاحب شریعت

نبی ہیں، قیامت تک آپؐ کا سکّہ جاری رہے گا۔ کوئی ایسا انسان نہیں آسکتا جو آپؐ کی سُنّت میں کوئی تبدیلی پیدا کرسکے، آپؐ کے اقوال کو بدل سکے، قرآن کریم کو بدل سکے۔ یہ ہمارا متفق علیہ عقیدہ ہے اور اٹل عقیدہ ہے اس میں کوئی چیز ہمیں ڈرا کر اس سے باز نہیں رکھ سکتی۔ اس لئے یہ جو کوشش ہے، بیکار ہے۔ یعنی قتل کرنے کی تعلیم۔ جو مرضی دے دے مگر یہ کہ ہمیں دل سے غیر مسلم بنا ڈالے یہ بہر حال نہیں ہوسکتا۔

امام مہدی کا مقام اُمتی نبی ہونے کی وجہ سے ختم نبوت کے منافی نہیں

اب میں بتاتا ہوں جو انہوں نے فرق بنایا ہمارے اور آپ کے درمیان جس کی بناء پر غیر مسلم قرار دیا گیا۔ وہ فرق کس حد تک جائز ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود (آپ پر سلامتی ہو) وہ امام مہدی ہیں جن کے متعلق حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ وہ تشریف لائیں گے اور ہمارے نزدیک امام مہدی کا مقام ہی اُمتّی نبی کا مقام ہے۔ یہ ہے اصل وجہ جس کی وجہ سے سارا اختلاف چلا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ امام مہدی اُمتّی نبی ہوئے بغیر امام مہدی کہلا ہی نہیں سکتا۔ یہ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیّین ہونے کے باوجود اور سب سے زیادہ آیت خاتم النبیّین کا مفہوم سمجھنے کے باوجود اگر امام مہدی کی پیشگوئی کرتے ہیں تو یہ امام مہدی ختم نبوّت کو توڑ کر نہیں آسکتا۔ ورنہ حضور اکرمؐ پیشگوئی نہ کرسکتے اور امام مہدی کا جو تصور ہمارا ہے بالکل وہی تصور دوسرے سارے علماء کا ہے اور یہ غلط بیانی ہے

کام لیتے ہیں کہ ہم تو عقیدہ ختم نبوّت کے خلاف اُمتی نبی مان رہے ہیں اور یہ لوگ نہیں مان رہے۔ میں آپ کے سامنے ایک ایسا طریق رکھ دیتا ہوں کہ جس بہن کو عربی کی الف ب بھی نہ آتی ہو وہ بھی سمجھ سکتی ہیں اس مضمون کو اور وہ بھی اپنے علماء سے سوال کر کے تسلی کر سکتی ہیں۔ مثلاً اگر بفرض محال آپ کے نزدیک حضرت مرزا صاحب جھوٹے ہیں، امام مہدی نہیں ہیں از خود یہ فتنہ کھڑا کر لیا اور فساد برپا کیا۔ تو اس کے نتیجے میں جو آنے والا امام ہے وہ تو نہیں رُکے گا نا۔ اس نے تو پھر آنا ہی آنا ہے۔ یہ ہے بُنیادی چیز۔ اگر مرزا صاحب جھوٹے ہیں تو ایک سچّے نے تو پھر ضرور آنا ہے کیونکہ وہ پیشگوئیاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں۔ ان کو کوئی جھوٹا نہیں کہہ سکتا۔ چودھویں صدی میں نہیں آیا تو ہو سکتا ہے کہ پندرھویں سو سال میں آجائے۔ مگر آنا تو ہے اس نے۔ آپ اب تھوڑی دیر کے لئے سوچیئے کہ امام مہدی جب بھی آئے گا وہ کیسے امام بنے گا۔ یہ ہے اصل بُنیادی سوال جس سے ہمارا اور آپ کا جو فرضی اختلاف ہے وہ بالکل مٹ جاتا ہے اور سو فیصدی ثابت ہو جاتا ہے کہ ہمارے اور آپ کے درمیان عقیدے کا اختلاف ہی کوئی نہیں ہے۔ یہ محض جھوٹ ہے۔ امام مہدی جو آئے گا اس پر آپ کا ایمان ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ امام مہدی کیسے بنے گا؟ اس پر آپ نے کبھی غور نہیں کیا۔ امام مہدی اس طرح بن جائے گا کہ اُسے وہم پیدا ہو گا کہ میں امام ہوں۔ ایسے امام کو تو کوئی پوچھے گا بھی نہیں اس کو تو کوئی گھاس بھی نہیں ڈالے گا کہ نہیں وہم ہے اپنے گھر میں بیٹھے وہم کرتے رہو۔ ہمیں اس سے کیا دلچسپی تم ہو یا نہیں ہو۔ امام تو خدا بناتا ہے جس کو خدا امام نہ بنائے اور واضح طور پر یہ نہ کہے کہ میں تجھے امام بناتا ہوں وہ بن کیسے سکتا ہے؟

علماء سے پوچھ لیجئے۔ ان سے پوچھیں کہ کیا امام مہدی جب تشریف لائیں گے۔
تو آپ ان کا الیکشن کریں گے؟ یا پیر فقیر مل کر اس کو ووٹ دیں گے تو
تب امام بنے گا۔ وہ کہیں گے نہیں نہیں بالکل نہیں یہ کلمہ کفر ہے۔ آپ
ان سے پوچھیئے کہ وہ بنے گا کیسے اچانک بیٹھے بیٹھے کسی کا ٹیر پھر جلے گا۔
وہ کہے گا میں امام مہدی ہوں۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ امام خدا بناتا ہے اور
جس کو خدا بناتا ہے اس کو واضح طور پر فرماتا ہے کہ میں تجھے امام بنا رہا ہوں۔
یہی وجہ ہے کہ گزشتہ مجددین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ بھی امام
نہیں فرمایا۔ کسی مجدّد کو امام نہیں کہا گیا۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی
پیشگوئیوں میں صرف امام مہدی کے لئے لفظ امام آیا اور یہ حکم بھی آیا کہ جب
وہ ظاہر ہوگا۔ تو اگر برف کی سلوں پر سے گھٹنوں کے بل چل کر جانا پڑے
تب بھی اس کے پاس پہنچو اور اس کو میرا سلام کہو۔ ایک حدیث میں ہے
جب امام مہدی ظاہر ہو تو برفوں کی چوٹیوں پر سے بھی جانا پڑے گھٹنوں کے
بل گھسٹتے ہوئے بھی جانا پڑے تو تب بھی جاؤ اور اس کی بیعت کرو۔ تو
امام مہدی کا تو یہ مقام ہے۔ جب تک اسے خدا نہ بنائے اور اس پر وحی نازل
نہ کرے کہ میں تجھے امام بناتا ہوں۔ امام بننے کی اور کوئی ترکیب ہی نہیں ہے۔
اگر ہے تو تلاش کر کے کبھی مجھے خط کے ذریعے بتائیں کہ فلاں عالم بزرگ
نے یہ نئی ترکیب بتائی ہے کہ آنے والا امام مہدی اس طرح بنے گا۔ (پچھلے
کو تو بھول جائیے وہ تو آپ کہتے ہیں جھوٹا ہے۔) سوائے وحی کے امام بن
نہیں سکتا۔ اور آنے والے پر جب وحی نازل ہوگی تو اس وقت آپ
اُن علماء سے پوچھیں گے کہ بتلائیے یہ سچا ہے یا جھوٹا ہے۔ وہ کہیں گے
وحی تو ہمیشہ کے لئے بند ہو چکی ہے اس لئے جھوٹا ہے۔ تو بتائیے امام

آئے گا کس طرح بیچارہ پھر؟ اب آپ نے اس کے تو رستے بند کر دیئے۔ خدا امام بناتا ہے۔ اس پر عقیدہ ضرور ہے۔ جب تک خدا اس پر وحی نہ کرے وہ امام بن نہیں سکتا۔ اور وحی کے رستے میں روک ڈال دی کہ وحی ہم نے ہونے نہیں دینی۔ تو اگلے امام سے بھی چھٹی ہو گئی نا ساتھ ہی! اس لئے عقیدہ اپنا عقل اور فہم کے مطابق Consistent بنائیں۔ آپس میں اپنے عقیدے کے درمیان تضاد نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ قطعی بات ہے۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا۔ آپ بے شک علماء سے پوچھئے۔ ساری دُنیا کے علماء اس بات پر متفق ہیں کہ امام مہدی کو خدا بنائے گا۔ وہ حوالوں سے نہیں بنے گا۔ واضح طور پر خدا اس کو کھڑا کرے گا اور پھر اس کی مدد کرے گا۔

امام مہدی پر ایمان لانا کیوں ضروری ہے؟

دوسرا جزو جس پر سب علماء متفق ہیں وہ یہ ہے کہ جب امام مہدی کو خدا بنا دے گا تو اُمت پر فرض قرار دے گا کہ اس کو ضرور مانو۔ یہ ناممکن ہے کہ خدا امام بنائے اور اُمت کو چھٹی دے دے کہ اب بیشک اس کی تکذیب کرو۔ امام بنایا تو میں نے ہے لیکن تم گالیاں دو، اس کو جھوٹا کہو، مرتد قرار دو، مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا جو مرضی کرلو اور پھر بھی تم اُمت کے وجود رہو گے۔ اَمرِ واقعہ یہ ہے کہ جس کو خدا امام بنائے اس کا انکار کافر تک بنا دیتا ہے۔ اور ان معنوں میں قرآن کریم فرماتا ہے کہ ہم نے کبھی کسی رسول میں فرق نہیں کیا۔ مرتبے کے لحاظ سے تو بہت فرق ہے۔ قرآن کریم خود فرماتا ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔

یہ رسول ہیں کثرت سے آئے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی۔
لیکن تسلیم کرنے کا جہاں تک تعلق ہے۔ خدا نے یہ اجازت نہیں دی کہ ادنیٰ کہہ کر کسی کو چھوڑ دو۔ خدا کی طرف سے جو آئے گا اسے ماننا پڑے گا۔ اور امام مہدی کے متعلق بھی ساری اُمت کے علماء کہتے ہیں، متفق ہیں کہ اس کا ماننا ضروری ہے۔ جو امام مہدی کو نہیں مانے گا وہ کافر ہو جائے گا۔ اب یہ دو شرطیں ذہن میں رکھیئے اور بتائیے کہ اس کے سوا بھی نبی کی کوئی تعریف ہے۔ نبی کس کو کہتے ہیں؟ جس کو خدا کھڑا کرے خود بنائے اور اس کا ماننا ضروری قرار دے دے۔ تمام مذہبی تاریخ میں سے کوئی عالم ایک شخص بھی نکال کر نہیں دکھا سکتا کہ جس میں دو باتیں اکٹھی ہوں اور وہ نبی نہ ہو یعنی خدا نے اس کو خود مقرر کیا ہو، مامور بنایا ہو اور اس کا ماننا ضروری قرار دے دیا ہو۔ ہمیں خاتم النبیین کے منکر قرار دیتے ہیں لیکن آنے والے امام کے متعلق وہی دو باتیں مانتے ہیں۔ جو ہم مرزا صاحب کے متعلق مانتے ہیں اور ہمیں کہتے ہیں کہ تم خاتم النبیین کے منکر۔ اور آپ پھر کیوں منکر نہ بنے۔ نام رکھنے سے تو کوئی فرق نہیں پڑا کرتا۔ عقیدہ رکھنے سے فرق پڑا کرتا ہے۔ عقیدے کے لحاظ سے ہمارے اور دیگر علماء کے درمیان امام مہدی کے بارے میں ایک ذرے کا بھی فرق نہیں ہے۔

امام مہدی کے متعلق مسلمانوں کا وہی عقیدہ ہے جو جماعت احمدیہ کا حضرت مرزا صاحب کے متعلق ہے

تو ایک ہی مجلس میں تو ساری باتیں طے نہیں ہوا کرتیں۔ آپ بڑی تسلی سے علماء سے مل کے پوچھئے۔ اور میری یہ درخواست ہے۔ ان کو پہلے یہ نہ بتائیں

ورنہ پھر وہ گھبرا کر اپنا جواب کچھ بدل لیں گے۔ ان سے یہ نہ پوچھئے کہ حضرت مرزا صاحب کے متعلق آپ پوچھ رہی ہیں۔ آپ ان سے کہیں کہ امام آنا ہے یا نہیں آنا۔ وہ کہیں گے ضرور آئے گا۔ تو کہیں پھر ذہنی طور پر ہماری تیاری کراؤ۔ ہمیں بتاؤ تو سہی کہ امام کیسے بنے گا تاکہ ہم پھر دھوکہ نہ کھا جائیں۔ اور دو سوال ہمارے حل کر دیجئے کہ امام مہدی کو خدا الہاماً بنائے گا یا وہ ہم سے بنے گا یا الیکشن سے بنے گا۔ اور دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ جب بنا دے گا تو پھر اُمت کو چھٹی دے دے گا کہ اس کو گالیاں دو، کافر کہو، اس کے ماننے والوں کے مکانوں کو آگیں لگاؤ، ان کے اموال لوٹو، یہ تعلیم دو کہ امام مہدی اور ماننے والوں کو مسجدیں بنانے کی اجازت نہیں ہے، اذان دینے کی اجازت نہیں ہے، ان کے اموال آپ پر حلال ہیں جنہوں نے کمائے ان پر حرام ہوگئے۔ شادیاں کوئی اور کرے امام مہدی کے ماننے والا اور باہر بیٹھے مولوی ان کو طلاقیں دے دیں۔ یہ چلے گا معاملہ! علماء کہیں گے بالکل نہیں، ہرگز نہیں جو اس طرح کرے گا وہ کافر ہو جائے گا۔ تو آپ کہیں اب بتاؤ کہ نبی کوئی ایسا بھی ہوا ہے جس میں دو باتیں اکٹھی نہ ہوں اور کوئی ایسا غیر نبی بھی ہوا ہے جس میں یہ دو صفات اکٹھی ہوگئیں ہوں کہ نبی تو نہ ہو لیکن خدا نے اس کو الہاماً بنایا ہو اور خدا نے اس کا ماننا ضروری قرار دے دیا ہو۔ تو منہ سے آپ جو مرضی کہہ دیں۔ عقیدہ ہے جو اصل فرق ڈالا کرتا ہے۔ عقیدہ کے لحاظ سے آپ کا بعینہٖ وہی عقیدہ ہے جو ہمارا حضرت مرزا صاحب کے متعلق ہے۔ آپ صرف اس کو سچا نہیں مان رہیں مگر آنے والے امام کے متعلق یہی عقیدہ رکھتی ہیں۔ پس عقیدے سے اگر کوئی اُمت سے باہر چلا جاتا ہے تو پھر آپ سب ہمارے ساتھ ہی اُمت سے باہر چلی گئیں۔ کیونکہ

آپ کا بھی یہی عقیدہ ہے اور اگر یہ نہیں ہے تو پھر آپ علماء کے سامنے اپنا نیا عقیدہ بیان کریں۔ وہ آپ کو کافر قرار دے دیں گے۔ کیونکہ امام مہدی کے متعلق جو یہ دو باتیں نہ مانے اس کو سارے علماء کافر کہتے ہیں۔ پھر بھی آپ نے ہمارے ساتھ ہی آنا ہے۔ تو نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ اگر عقل سے غور کریں اور عقائد کا تجزیہ کریں۔ یعنی جذباتی باتوں میں پڑ کر لوگوں کے کافر کہنے میں آکر آپ جو مرضی سوچ لیں وہ الگ بات ہے مگر تقویٰ اور انصاف کے ساتھ۔ غور تو کریں کہ جس امام مہدی کا آپ انتظار کر رہی ہیں وہ بنے گا کیسے؟ اس کا ماننا ضروری ہوگا کہ نہیں، خدا کھڑا کرے گا کہ بندوں نے بنایا ہوگا؟ جب ان باتوں پر آپ پہنچیں گی تو اس عقیدے پہ پہنچے بغیر چارہ نہیں۔ جو ہمارا عقیدہ ہے اس کے بغیر تصور ہی کوئی نہیں امام مہدی کا! اور جب آپ وہاں پہنچیں گی تو ہمیں کافر کہہ رہی ہوں گی۔ اور آپ مومن رہیں گی، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ تو تقویٰ کے خلاف بات ہے کہ ایک ہی جرم کی الگ الگ سزائیں دی جائیں۔ اور اگر ہٹ جائیں گی اس عقیدے سے تو علماء کہیں گے تم اسلام سے نکل گئی ہو۔ اس لئے فرق فرضی ہے۔

ازروئے قرآن مہدی کی تعریف ملہم من اللہ کے سوا کسی اور پر صادق نہیں آتی

اصل بات یہ ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس امام مہدی کی خبر دی تھی اس کا مقام اُمتی نبی کا ہے، کیونکہ خدا اسے بنائے گا۔ اس کا مقام امتی نبی کا ہے، کیونکہ اس کے انکار کی خدا اجازت نہیں دے گا۔ اس سے زیادہ ہمارا عقیدہ ہی کوئی نہیں۔ باقی سب فرضی قصے ہیں اور جہاں تک عیسیٰؑ کا تعلق ہے، عیسیٰؑ کی آمد ثانی کا اُس کے متعلق تو اتنی بھی بحث کی

ضرورت نہیں کیونکہ مسلم کی حدیث میں چار مرتبہ آنے والے نازل ہونے والے مسیح کو نبی اللہ، نبی اللہ، نبی اللہ، نبی اللہ، فرمایا گیا۔

تو جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمائیں کہ میرے بعد آئے گا اور نبی اللہ کے طور پر آئے گا، دُنیا میں کون عالم اور غیر عالم ہے جو اُس سے اِس لقب کو چھین لے جو حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا ہے۔ پس آنے والوں کے دو تصورات ہیں۔ ان دونوں کے ساتھ نبوت لازماً ہے۔ لیکن وہ نبوت جو خادم کی نبوت ہے، غلام محمد مصطفیٰؐ کی نبوت ہے، آپؐ سے باہر والے کی نہیں جب تک وہ اُمتی نہیں ہوگا، جب تک اسی شریعت کا پابند نہیں ہوگا، اس کو کوئی مقام نہیں مل سکتا۔ جب اُمتی کو مقام ملے گا تو اس کا نام امام مہدی رکھا جائے گا اور اسی کو نبوّت کہتے ہیں۔

اس سلسلہ میں آخری بات جو مَیں کہنا چاہتا ہوں وہ علمی ہے۔ آپ قرآن کریم سے اگر خود نکال سکتی ہیں تو خود نکالیں ورنہ علماء سے پوچھ لیں کہ یہ آیت جو قرآن کریم میں آئی ہے یہ ایک سے زائد مرتبہ قرآن کریم میں آئی ہے۔ اس میں امام مہدی کا ذکر موجود ہے۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ امام مہدی کون ہوتا ہے۔ اور بالکل معاملہ کھل جاتا ہے۔ اس آیت کی رو سے جو مَیں ابھی پڑھوں گا امام مہدی اور نبی ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ کوئی فرق نہیں ہے۔ چنانچہ قرآن کریم انبیاء کا ذکر کرکے فرماتا ہے۔

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا (انبیاء: ۷۴)

یہ وہ لوگ ہیں یعنی سارے انبیاء جن کو ہم نے امام بنایا تھا۔

اَئِمَّةً جمع ہے امام کی یَھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا ترجمہ ہے مہدی کا یعنی اس ترجمے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ احمدی ترجمہ اور کریں اور غیر احمدی علماء

اور کریں۔ اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ وہ اپنی طرف سے ہدایت نہیں دیتے تھے بلکہ ہمارے حکم کے تابع ہدایت دیتے تھے۔ یعنی مہدی بن کر ہدایت دیتے تھے ہادی بن کر ہدایت نہیں دیتے تھے۔ ہادی اس کو کہتے ہیں جو از خود ہدایت دے دے۔ اور مہدی اس کو کہتے ہیں جو پہلے ہدایت کسی سے لے پھر جاری فرمائے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَئِمَّۃً یَّھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا یہ ایسے امام تھے، سارے انبیاء جو ہمارے امر کے تابع ہدایت دیتے تھے۔ یعنی پہلے مہدی تھے پھر ہادی بنتے تھے۔ تو یہ تعریف تو قرآن کریم کی بیان کردہ تعریف ہے اور کسی غیر نبی کے بارے میں قرآن کریم نے یہ دو باتیں اکٹھی نہیں کہیں۔ یہ بھی ایک عجیب بات ہے۔ تو بہر حال یہ تو علمی بات ہے۔ یہ آپ تحقیق بے شک کریں۔ لیکن جو پہلے میں نے بات کی تھی وہ تو عربی دانی کی محتاج نہیں ہے ہر علم و فہم ہر عمر کی عورت جو غور کرے تقویٰ سے منطق کے ساتھ وہ اس نتیجے پر پہنچے گی کہ امام مہدی میں وہ دو باتیں جمع ہو گئیں جو غیر نبی میں اکٹھی نہیں ہوتیں نہ ہو سکتی ہیں۔

حضرت صاحب نے سوالات کی چٹوں میں سے اگلی چٹ اٹھا کر سوال پڑھا۔

<u>کہ آپ کو لوگ حضور کیوں کہتے ہیں؟ حضور تو آنحضرتؐ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ تو پھر آپ کے لئے تو مناسب نہیں لفظ حضور۔</u>

حضور نے فرمایا

ایک غلط فہمی کا ازالہ

مجھے تو کوئی حضور چھوڑ کر کچھ بھی نہ کہے۔ مجھے کوئی شوق نہیں ہے کچھ کہلوانے کا لیکن یہ میں آپ کی درستگی کر دوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حضور نہیں بلکہ آنحضورؐ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ حضور کا لفظ تو عام ہے۔ ہر شخص کو ہر بڑے چھوٹے کو شعروں میں بھی کہہ دیتے ہیں' ادب میں بھی آپ باتیں کرتے ہوئے سَو دفعہ حضور کہہ دیتی ہیں یا بعض کہہ دیتے ہیں۔ یہ عام محاورہ ہے۔ لیکن آنحضورؐ سے مراد ہے۔ "وہ حضور" یہ سوائے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کے لئے زیب نہیں۔ تو مجھے کبھی کوئی آنحضور نہیں کہتا اور نہ جماعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا آنحضور کا محاورہ چلتا ہے۔ تو یہ آپ کو غلط فہمی ہے۔

حضور نے فرمایا۔ ایک خاتون ہیں ان کو صرف جنازے میں دلچسپی ہے وہ کہتی ہیں یہ بتاؤ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ کیسے ہوا تھا کس نے پڑھایا تھا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ

یہ کئی دفعہ سوال ہوتا ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آئی کہ کیا وجہ ہے Confusion کیوں ہے۔ بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جنازہ ہوا ہی نہیں۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ صحابہ کو جوں جوں اطلاع ملتی چلی گئی۔ اس زمانے میں کوئی رسل و رسائل کے انتظامات تو نہیں تھے کہ ٹیلیفون ہو گئے ہوں اور تاریں

چلی گئی ہوں کھلا علاقہ تھا۔ سفر میں دقّت ہوتی تھی۔ مدینے اور مکّے کے درمیان
کئی منازل کا اڑھائی سو میل کا فاصلہ تھا اور زیادہ سے زیادہ ایک دن
کی منزل لمبی سے لمبی ۲۰ میل کہلاتی ہے اور عموماً بارہ میل کی ہوتی تھی۔
آپ بتائیں کہ پانچ جمع پانچ دس دن اور پھر آگے اڑھائی دن ساڑھے بارہ
دن کی تو منزل ہے۔ مکّہ اور مدینے کے درمیان تو اِرد گرد کے جو صحابہ تھے
عرب میں بسنے والے ان کو اطلاعوں میں دیر ہو رہی تھی اور ہر ایک کی خواہش تھی
ہم نمازہ جنازہ پڑھیں۔ اس لئے تدفین سے پہلے جو بھی ٹولی باہر سے آتی تھی۔
وہ اپنا لیڈر منتخب کرکے امام جس طرح ان کو عادت تھی نماز میں امام بنانے
کی وہ نماز جنازہ پڑھ لیتے تھے۔ اور تدفین کے بعد غائبانہ جنازے ہوئے

تو یہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازے کی کیفیت۔

خواب کی تعبیر

ایک خواب میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کو دیکھا ہے کسی نے۔ قرآن مجید
پڑھ رہی ہیں۔ یہ تو بڑی مبارک خواب ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے حضرت
عائشہؓ کی تلاوت سے مراد یہ ہے کہ قرآن کریم کی طرف اُمّت کی توجہ پیدا ہوگی۔

حضور نے اگلا سوال اٹھایا

"ایک خاتون نے یہ فقہی سوال کیا ہے کہ اسلام نے ادلے بدلے
کی شادی کو منع کیا ہے اگر ایسا ہے۔ تو کیا یہ حدیث اور قرآن کا حکم ہے؟"

حضور نے فرمایا

ادلے بدلے کی شادی بعض سماجی قباحتوں کی وجہ سے شرعاً ناجائز ہے۔

یہ ادلے بدلے کی شادی کا قرآن کریم میں تو کوئی ایسا حکم نہیں جو اس پر روشنی ڈالے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جن معنوں میں فرمایا ہے وہ ان معنوں میں منع فرمایا ہے جن معنوں میں آج کل ہمارے جھنگ کے علاقے میں بھی رواج ہے۔ بعض تو اتفاقی ہوتا ہے کہ ایک گھر میں ایک بیٹا ہے اور ایک بیٹی ہے اور دوسرے گھر میں بھی ہے اور دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ مناسبت معلوم ہوتی ہے اور وہ غور کے بعد فیصلہ کرتے ہیں۔ یہ دونوں کے لئے اچھا ہے۔ جس شادی کو منع کیا ہے اور اس کا عرب میں بھی رواج تھا اور آج کل ہمارے بعض پسماندہ Backward ضلعوں میں بھی جہالت کی وجہ سے اس کا رواج ہے کہ ایک بڈھا ہے بھائی اور ایک چھوٹی عمر کی بیٹی ہے۔ اور وہ شادی کی خاطر مجبور کرتے ہیں کہ تم اپنی چھوٹی بہن جس کے ساتھ کوئی پچاس ساٹھ سال کا فرق ہے وہ دو تو پھر ہم اپنی بہن تمہیں دیں گے۔ اس قسم کی شادیاں ہوتی ہیں۔ اور یہ بھی شرط ہوتی ہے کہ اگر کسی کی بہن کی اپنے خاوند سے معاشرت ٹھیک نہ ہو تو یہ گھر آئے گی تو دوسری بھی بے چاری مظلوم بے وجہ دوسرے کے گھر پہنچ جائے گی۔ کیونکہ اس طریق کار میں بے وجہ سوسائٹی میں دکھ پیدا ہوتا تھا اور ظلم ہوتا تھا شادیوں کے پیوند میں بھی اور ان کے پیوند ٹوٹنے میں بھی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریق کو منع فرمایا۔ ابھی بھی اگر کوئی یہ کرے تو ناجائز ہے۔

ایک خاتون لکھتی ہیں کہ میں کافی حد تک احمدیت کے قریب ہو گئی تھی، مبشر خواب بھی آئے۔ مگر مرزا صاحب کی کتابوں سے تاثر یہ لیا کہ زبان نبیوں والی نہیں ہے جہاں اُنہوں نے یہ کہا کہ میرے نہ ماننے والے کون ہیں یعنی آگے اُنہوں نے .... لکھا ہوا ہے یا شاید وضاحت کی ہوئی ہے آخر میں لکھا ہوا ہے۔ کتیوں اور بلیوں کی اولاد ہیں۔

حضور نے فرمایا۔

اُمرِ واقعہ کا اظہار گالی نہیں ہوتا

معلوم ہوتا ہے ان خاتون نے غیر احمدی علماء کی وہ کتابیں پڑھی ہیں جس میں وہ بعض فرضی حوالے اور بعض حوالوں کے غلط ترجمے توڑ مروڑ کر حضرت مسیح موعود (آپ پر سلامتی ہو) کی طرف منسوب کرتے ہیں اور پھر جو بات عیسائیوں کے متعلق کی جا رہی ہے وہ اشتعال دلانے کی خاطر مسلمانوں کی طرف منسوب کرتے ہیں یہ جو طریق ہے اس طریق سے تو کبھی بھی صداقت معلوم نہیں ہو سکتی۔ اگر یہ خاتون اصلی کتابیں پڑھتیں تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ ایسی کوئی بات حضرت مسیح موعود (آپ پر سلامتی ہو) نے کسی مسلمان کے متعلق کبھی نہیں لکھی۔ جو اس سے ملتے جلتے (یہ الفاظ تو نہیں ہیں) لیکن جو سخت الفاظ آئے ہیں وہ میں بتاتا ہوں کہاں آئے ہیں۔ عیسائیوں کے ساتھ جب حضرت مسیح موعود (آپ پر سلامتی ہو) کا مناظرہ ہو رہا تھا اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں شدید گستاخیاں کر رہے تھے اور اُمہات المومنین پر حملے کر رہے تھے تو چونکہ ہم سب نبیوں کو مانتے ہیں، اس لئے ان کا بدلہ نبیوں سے تو اتار نہیں سکتے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود (آپ پر سلامتی ہو) نے حقائق کی روشنی میں جو ان کے اپنے مسلّمہ حقائق

تھے ان کے ساتھ سختی سے کلام کیا تاکہ ان کو معلوم ہو کہ کسی پر حملہ کرنے سے کتنا دکھ پہنچتا ہے ان لوگوں کو جن کو ان سے محبت ہو۔ تو یہ وہ پس منظر ہے جس میں حضرت مسیح موعود (آپ پر سلامتی ہو) نے اپنی بے شمار کتابوں میں سے صرف چند جملوں میں سختی کی ہے۔ یعنی ۸۰ سے زائد کتب لکھیں اور وہ ساری کتب بھلا کر وہ چند جملے جو سختی کے ہیں ان کو موقع محل سیاق وسباق سے اٹھا کر چھوٹے چھوٹے اشتہاروں میں شائع کرتے ہیں اور لوگوں کے دلوں میں غلط فہمیاں پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً یہ جو موقع ہے آپ نے جو لکھا ہے کہ تم لوگ جو مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لئے پہنچے ہوئے ہو امر واقعہ یہ ہے کہ تمہاری عورتیں بے حیائی کے ساتھ گھر گھر جاتی ہیں اور لوگوں کو طرح طرح کی حرص دلاتی ہیں اور تم اپنے اموال بھی خرچ کر رہے ہو اور اس طرح دین بدلا رہے ہو۔ یہ طریق تو شرفاء کا طریق نہیں ہے۔ یہ ہے مفہوم اور پھر حملے کرتے ہو اسلام پر یعنی تمہیں اتنی غیرت نہیں ہے کہ اپنی عورتوں کو لوگوں کے گھروں میں بھجواتے ہو کہیں شادیوں کی لالچیں دیتے۔ کہیں اور گندے طریق اختیار کر کے ان کو عیسائیت کی دعوت دے رہے ہو اور تمہارے معاشرے کا یہ حال ہے کہ مسلمہ طریق پر تمہارے اندر بے حیائی اتنی عام ہو گئی ہے کہ ایک بڑی تعداد میں تمہارے ہاں ولد الحرام پیدا ہو رہے ہیں۔ اس معاشرے کو لے کر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملے کرتے ہو کہ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَالِکَ وہ پاک نہیں تھے کہتے ہیں چھاج بولے تو بولے چھلنی کیا بولے یہ مضمون تھا جس کو حضرت مسیح موعود (آپ پر سلامتی ہو) نے عیسائیوں کے مقابل پر بیان فرمایا ہے۔ اور وہ کتاب ہی عبداللہ آتھم کے مناظرہ کے سلسلے میں لکھی گئی ہے۔ جس میں یہ حوالہ موجود ہے اور سارا کھلا کھلا ذکر فرمارہے ہیں۔ اس بات میں اب بتایئے کہ یہ

اُمر واقعہ ہے یا گالی ہے۔ اُمر واقعہ یہ ہے کہ امریکہ کی جو Figures تعداد ابھی چھپی ہیں اور بڑے فخر سے اُنہوں نے بیان کی ہیں۔ اس میں کوئی چھپاتے نہیں۔ ہر سال ان کے ہاں ۳۰ فیصد ایسے بچے پیدا ہو رہے ہیں جو قانوناً میاں بیوی کی اولاد نہیں ہیں۔ اور ایک سال میں ۳۰ فیصد تو سوا تین سال میں ساری قوم کا خون بدلا گیا۔ زیادہ سے زیادہ اتفاقات کو آپ ڈال لیں تو چھ سات سال میں کوئی بھی باقی نہیں رہتا۔ ایسی قوم اگر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ناپاکی کے الزام لگائے اور حضرت عائشہؓ کا نام گستاخی اور بدتمیزی سے لے ان کے مقابلے میں اگر ان کو یہ کہا جائے کہ تم اپنا معاشرہ تو دیکھو۔ چغل خوریاں کرنے والے جھوٹ بولنے والے۔ افتراء کے ساتھ چلنے پھرنے والے کثرت کے ساتھ جھوٹے پروپیگنڈے کرنے والے ان کے متعلق قرآن کریم نے فرمایا

عُتُلٍّ بَعْدَ ذَالِكَ زَنِيمٍ۔ تو کیا کوئی کہے گا کہ یہ زبان بڑی خطرناک ہے ہم رسول اکرمؐ یا خدا کو نہیں مانتے۔ یہ لغویات ہے جب واقعات کی طرف توجہ دلانی پڑتی ہے اور اس معاملے میں سختی کرنی پڑتی ہے۔ جہاں تک کتیوں، بلیوں کا تعلق ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ ہم نے ان کو سؤروں میں اور بندروں میں تبدیل کر دیا۔ یعنی کُتّے سے بڑھ کر ہیں سؤر بنا نہیں تو کیا معنی ہیں؟ قوم کے کردار کو ظاہر کرنے کے لئے یہ محاورے ہوتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ظاہری طور پر سؤر بن گیا اور کُتّا ہو گیا بلکہ اللہ تعالےٰ قوم کی حالت اُس پر منطبق کرنے کے لئے محاورے استعمال کرتا ہے۔ چنانچہ یہود علماء کے لئے یہ لفظ قرآن کریم میں آتے ہیں کہ ہم نے ان کو سؤروں اور بندروں میں تبدیل کر دیا۔ آج کل علماء اس کی یہ تفسیر کرتے ہیں کہ سچ مچ ان کو سؤر اور بندر بنا دیا تھا اور وہ کئی دِن تک ایک قلعے میں قید رہے سؤر اور بندر کے

طور پر پھر آگئے ان کی نسل جاری نہیں رہی اِس لئے وہ دُنیا سے غائب ہوگئے۔ بالکل غلط ہے۔ قرآن کریم کا مفہوم جب تک رُوحانی معنوں میں نہ سمجھو فرضی اور قصّے کہانیوں والا کردار آجاتا ہے اور جس جانور کا کردار نمایاں طور پر کسی قوم میں آجائے وہ مستحق کہلاتی ہے وہ نام پانے کی۔ قرآن نے سؤر اور بندر جوان علماء کو کہا ان خاتون کی رو سے جنہوں نے سوال کیا ہے یہ تو بڑی خطرناک گالی بن گئی نا اور کلام الٰہی نہیں لگتا۔ نعوذ باللہ من ذالک لیکن جن معنوں میں ہم اس کو سمجھتے ہیں مَیں ان کو بتا دیتا ہوں کہ کلامِ الٰہی کی یہی شان تھی کہ اِس طرح باتیں کرے۔ سؤر ایک تہذیب ہے۔ اس کے اندر سارے جانوروں سے بڑھ کر بعض جنسی گندگیاں پائی جاتی ہیں۔ جس قوم میں وہ گندگیاں آجائیں اس کو سؤر سے مثال دینا بعینہٖ برحق مثال ہے اور ایک لفظ میں ساری بیماری کی تفصیل آجاتی ہے۔

قومی اصلاح کی خاطر سچی بات کرنے کو سختی پر محمول نہیں کیا جاتا

اَب میں آپ کی مجلس میں تفصیل سے تو بیان نہیں کرسکتا۔ لیکن آپ غور کریں کتابیں پڑھیں تو آپ کو پتہ لگ جائے گا کہ سؤر ساری دُنیا کے جانوروں میں بعض قسم کی بے حیائیوں میں ممتاز ہے اور وہ بے حیائیاں یہود علماء میں آچکی تھیں۔ اور اس وقت ان کا نام سؤر رکھنا قرآن کی رو سے ایک اَمر واقعہ کا اظہار تھا بتلانے کے لئے کہ تمہارے دینی رہنماؤں کا تو یہ حال ہے اور تم مقابلے کرنے ہو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ پھر اگلی بات یہ ہے کہ سؤر اجاڑتا بہت ہے۔ جس کھیت میں جائے وہاں ہل چلا دیتا ہے۔ کھاتا اتنا نہیں جتنا اُجاڑتا ہے۔ میرے بھی ربوہ کے پاس

کھیت ہیں۔ مَیں نے ایک دفعہ گندم کاشت کی دوسرے دن جا کر دیکھا تو ہل چلا ہوا تھا۔ مَیں نے اپنے ملازم سے پوچھا کہ یہ کیا تماشہ ہے۔ یہ تم نے کل کاشت کی ہے آج ہل چلا دیا ہے۔ اس نے کہا نہیں یہ (سؤر کو بارلا کہتے ہیں نام بھی نہیں لیتے) بارلا آیا ہی اُس نے ہَل چلایا ہے۔ اِس کا ہَل جو ہوتا ہے نہ۔ چند دلنے کھائے باقی سارا اُجاڑ کر چلا گیا۔ گنّے کے کھیت میں چلا جائے، مکئی کے کھیت میں چلا جائے اُجاڑتا بہت ہے۔ سارا کھیت برباد کر دیتا ہے۔ چند چھلیاں کھائے گا بیچ میں سے لیکن سارا کھیت تباہ کر دیتا ہے۔ علماء کا یہ حال ہو کہ اپنی اُمت کے باغ کو ہر طرف اجاڑ رہے ہوں جدھر جائیں رگیدتے جائیں۔ تباہیاں مچا رہے ہوں۔ ان کے متعلق قرآن کریم نے یہ لفظ استعمال کیا اور ایک ہی لفظ میں بہت سی صفات ان کی بیان فرما دیں۔ تو اب آپ سوچ سکتے ہیں کہ نعوذ باللہ یہ خدا کا کلام نہیں لگتا۔ اس میں ایسے الفاظ استعمال ہوئے ہیں موقع محل کے مطابق بعض دفعہ سچی بات کرنی پڑتی ہے سختی کرنی پڑتی ہے۔ صرف دیکھنا یہ ہے کہ وہ واقعاتی ہے یا جھوٹی ہے۔ اگر جھوٹی ہے تو گالی ہے۔ اگر بدنیتی سے سچی بات بھی کہی گئی ہے تب بھی گالی ہے۔ اگر علاج کے طور پہ ایسا شخص جو خدا کی طرف سے مامور ہو وہ بیماریوں کو کھول کر بیان کرے تو اس کا نام گالی نہیں رکھا جاتا۔ یہ ایسی بات ہے جیسے جج کسی کے متعلق فیصلہ کر دے کہ یہ اس نے گندی حرکت کی تھی۔ اور کوئی باہر بیٹھا ہے کہ یہ جج کی شان کے خلاف ہے ایسی بات اس نے فلاں کے متعلق کہہ دی۔ وہ تو اس کے کاموں میں داخل ہے اس لئے مامور من اللہ کے متعلق فیصلہ کرنا پڑے گا۔ اِس لئے اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ مامور من اللہ ہے اللہ نے اس شخص کو کھڑا کیا ہے۔ تو جس طرح پہلے کھڑے کرنے

والوں کے سپرد بعض دفعہ اللہ یہ کام بھی کرتا ہے کہ قوم کی حالت کو اس پر کھول کر بیان کرے۔ اِس طرح اس پر بھی کرنے سے یہ جھوٹا کیسے ہو جائے گا۔ اگر مامور من اللہ ہے ہی نہیں اللہ نے نہیں بھیجا تو پھر چھوڑیں اس کے قصوں کو۔ پھر جو لکھتا ہے اپنے گھر میں لکھتا رہے۔ پھر آپ کو اس سے کیا غرض ہے۔ تو اصولی فیصلے پہلے کریں پھر آپ کو ان باتوں کی سمجھ آئے گی۔

حضور نے فرمایا

ایک خاتون نے جنرل سوال کیا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے احمدی خواتین دیکھی ہیں۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ ان کے اخلاق عموماً اچھے ہیں اور پابند شریعت بھی معلوم ہوتی ہیں۔ تو پھر یہ اتنا اختلاف کیوں ہے اور مجھے یہ بتائیں کہ آپ کے اور ہمارے درمیان اتنا اختلاف کیوں ہے کہ اتنی بڑی خلیج بیچ میں کھڑی کر دی گئی ہے؟

احمدیوں اور غیر احمدیوں میں بنیادی اختلاف

اس کا جواب دو تین طریق سے دیا جا سکتا ہے۔ پہلا یہ کہ جس امام کی آپ منتظر ہیں، ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ آچکا ہے اور سب سے بڑا اختلاف یہی شخص کا ہوا کرتا ہے۔ قوم کسی آنے والے کا انتظار کر رہی ہوتی ہے اور کوئی آنے والا آجاتا ہے اور اعلان کر دیتا ہے کہ میں آگیا ہوں۔ قوم کی اکثریت اس کو پہچان نہیں سکتی۔ وہ کہتے ہیں جھوٹا ہے، فرضی باتیں کر رہا ہے، ہم تو اس شان کا آدمی سوچ رہے تھے، یہ تو عام سا انسان نکلا ہے، ہم تو سوچ رہے تھے اس میں غیر معمولی طاقتیں ہوں گی، یہ تو عام بندوں جیسا کوئی بندہ ہے۔ اِس لئے

ہمیں یہ قبول نہیں کہ ہم اس کو امام بنالیں یہ ہے ہمارا بُنیادی اختلاف اور اس میں دراصل اختلاف ہے ہمارے اور آپ کے تصوّر کا کہ دُنیا میں امام کیسے آیا کرتے ہیں، ان کے ساتھ کیا ہوتا ہے۔ آپ کو سب سے بڑا اعتراض حضرت مرزا صاحب کو ماننے پر عملاً یہ ہے کہ اس کے آنے پر تو اس کی کوئی آؤبھگت نہیں ہوئی۔ اگر یہ سچّا ہوتا تو وقت کے علماء تو جا کر اس کے گلے میں ہار ڈالتے، شیرینیاں تقسیم ہوتیں، ساری محفلوں اور انجمنوں میں اس کے گیت گائے جاتے کہ الحمدللہ آنے والا آگیا ہے۔ ہم بھی مان جاتے۔ مگر اس کو تو سب نے چھوڑ دیا۔ ایسا آیا کہ گھر والے بھی مخالف ہو گئے۔ ایسا آیا کہ جو پہلے تعریف کیا کرتے تھے وہ بھی جان کے دشمن ہو گئے۔ سارے ہندوستان کے لوگ دُعاؤں کے خط لکھا کرتے تھے۔ یہ اچھا امام ہے کہ جب اس نے دعویٰ کیا تو اُنہوں نے گالیاں دینی شروع کر دیں، اُنہوں نے قتل کے فتوے دینے شروع کر دیئے، اُنہوں نے ہر قسم کی گالیاں دیں اور یہ کہا کہ یہ دجّال ہے۔ تو ہمارا امام تو ایسا نہیں ہوگا۔ ہمارا امام جب آئے گا تو اس کے لئے Red carpets بچھائے جائیں گے، ساری قومیں اس کے اوپر ہار ڈالیں گی، علماء شیرینیاں تقسیم کروائیں گے، مسجدوں میں نعت خوانیاں ہوں گی کہ الحمدللہ امام آگیا۔ جب تک ایسا امام نہ آجائے آپ کو یقین نہیں آنا اور ہمارے اور آپ کے تصوّر کا فرق جو ہے وہ اب میں آپ کو بتاتا ہوں۔ ہم کہتے ہیں کہ ایسا امام جیسا آپ سوچ رہے ہیں یا بعض سوچ رہے ہیں وہ آج تک کبھی نہیں آیا اور نہ کبھی آسکتا ہے۔ کیونکہ گزشتہ ائمہ کی طرز سے ہٹ کر ان کے رستے سے ہٹ کر جو آئے گا وہ سچّا کہاں سے ہوگا۔ وہ تو جھوٹا ہوگا۔ آنے والوں کے ساتھ کیا سلوک ہوا۔ آنے والوں نے کیا طریق اختیار کیا۔ کس طرح دعوے کئے۔ قوم نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ یہ ساری باتیں

تو پہلے سے طے شدہ ہیں۔ آدم سے لے کر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود تک مذہب کی تاریخ خوب کھول کھول کر قرآن کریم نے بیان فرمادی ہے۔ تو کیا ایک بھی امام ایسا آیا تھا جو سچا تھا اور وقت کے علماء نے اس کے گلے میں ہار ڈالے تھے؟ یا جوتیاں برسائیں تھیں کوئی ایک بھی امام ایسا تھا جس کے اوپر مٹھائیاں تقسیم کی تھیں؟ نہیں! ان کے کھانے بند کر دیئے تھے، ان کے بائیکاٹ کئے تھے۔ کوئی امام ایسا تھا جس کو سر آنکھوں پر بٹھایا ہو اس وقت کے لوگوں نے؟ سر آنکھوں پر بٹھانا تو کیا گلیوں میں ان کو اور ان کے ماننے والوں کو گھسیٹا جاتا تھا۔ وہ کہتے تھے ہم ایمان لے آئے ہیں کہتے تھے اچھا اب تم جھوٹے امام پر ایمان لے آئے ہو۔ تمہارا علاج یہ ہے کہ کتوں کی طرح تمہارے پاؤں سے رسیاں باندھی جائیں اور پتھریلی گلیوں میں گھسیٹا جائے یہاں تک کہ بدن سے جلد اتر کر تمہاری ہڈیاں ننگی ہو جائیں۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپؐ کے ماننے والوں سے قوم نے اسی طرح سلوک کیا کہ حضرت بلالؓ کو اسی طرح لٹا دیتے تھے زبردستی تپتی ہوئی زمین پر کہ اس کے اوپر پتھر کی گرم سل رکھ دیتے تھے اور جو چھالے اُبلتے تھے ان کے پانی سے وہ پتھر اور زمین ٹھنڈی ہوا کرتی تھی اور آپؓ بے ہوش ہو جایا کرتے تھے۔ پھر ہوش آتی تھی تو پھر نئی گرم زمین اور نیا پتھر۔ اور جب بے ہوش ہوتے تھے اور پھر ہوش آتی تھی تو کہتے تھے بتاؤ یہ سچا ہے یا جھوٹا ہے؟ تو وہ صرف اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ کہتے تھے پھر بے ہوش ہو جاتے تھے۔ ایسی حالت میں ان کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دیکھا تو پھر ان کو آزاد کرایا۔ یہی کیفیت ایک لوہار غلام مصطفیٰؐ کی تھی۔ اس کی اپنی بھٹی تھی جسے وہ جھونکا کرتا تھا۔ اس میں سے کوئلے نکالے اور کوئلوں کے اوپر ان کو لٹا دیا اور اوپر پتھر کی

سِل رکھ دی اور اپنے خون اور پانی سے اس کے اپنے کوئلے ٹھنڈے ہوئے اور ان ظالموں کے دل نہیں ٹھنڈے ہوئے۔ ان ظالموں کے دل کی آگ اسی طرح بھڑکتی رہی۔ اور وہ ظلم میں حد سے زیادہ آگے بڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو شہید کیا۔ بعض کو اونٹوں سے باندھا اس طرح کہ ایک ٹانگ ایک اونٹ سے اور دوسری دوسرے اونٹ سے۔ اور ان کو چروا دیا۔ یہ سلوک ہے دُنیا کے سب سے بڑے امام سے اس وقت آپ کی قوم نے کیا اور آپ یہ کہتی ہیں کہ اس امام کو مانیں گے جس پر پھول برسائے جائیں گے وہ سچا ہوگا۔ جب کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی خاطر کائنات پیدا کی گئی، جب مکے کی گلیوں سے گزرتے تھے تو آپ کے سر پر گھر کا کوڑا پھینکا جاتا تھا، خاک پھینکی جاتی تھی اور حضرت فاطمہؓ روتی ہوئی سر صاف کیا کرتی تھیں کہ اس ظالم قوم کو کیا ہوگیا ہے۔ تو غلام کے ساتھ یہ سلوک ہوگا کہ اس پر پھول برسائے جائیں گے؟ کوئی عقل کریں، ہوش کریں۔ اَئِمّہ کی نشانیاں تو قرآن نے محفوظ کر دی ہیں اور سُنّت نے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دی ہیں۔ جو امام ان رستوں سے چل کر آئے گا وہی سچا ہوگا۔ جس امام پر دعوے کے بعد پھول برسیں گے اور اس کی نعتیں پڑھی جائیں گی اور اس کے اوپر قوالیاں کہی جائیں گی وہ تو جھوٹا ہوگا۔ کیونکہ غلامِ مصطفیٰؐ ہو کر آقا سے الگ سلوک کا مستحق بنایا جائے گا۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا۔

مذہبی تاریخ کا ایک بہت بڑا المیہ

اس لئے ہمارے اور آپ کے درمیان پہچان کا فرق ہے۔ آپ کی پہچان بگڑ چکی ہے۔ آپ ایک ایسے فرضی امام کے انتظار میں ہیں۔ جس کے

آتے ہی ڈھول ڈھمکے سے ساری دُنیا میں اعلان ہو جائے کہ امام آگیا۔ سب مان جائیں اور علماء اس کے حق میں تقریریں کریں گے اور اعلان کریں گے اور آپ کہیں گی شکر ہے آپ امام ہیں۔ ایسا تو کبھی آیا ہی کوئی نہیں۔ وقت کے علماء جس کی مخالفت کریں وہی سچا ہوتا ہے۔ اور کبھی کسی سچے کی تائید نہیں کی اس وقت کے علماء نے۔ کل عالم کی تاریخ سے ایک انسان نکال کر دکھا دیں تو پھر مَیں آپ کے ساتھ شامل ہونے کو تیار ہوں۔ ایک بھی نہیں تو اسی طرح امام نے آنا تھا اسی طرح آیا ہے وہی رستے ہیں جس پر حضور اکرمؐ چلے تھے۔ اور ان رستوں پر چلنے والے کو آپ جھوٹا کہتی ہیں کیونکہ یہ اور رستے پر نہیں چلا۔ جو سلوک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے غلاموں سے ہوا، وہ سَو فیصدی سارے کا سارا جماعت احمدیہ سے ہو چکا ہے۔ اور اب آپ کے سامنے ہو رہا ہے۔ ہر روز اخبارات میں مطالبے چھپ رہے ہیں کہ ان کو کلمہ پڑھنے سے روکو۔ چھپ رہے ہیں یا نہیں چھپ رہے؟ ان کو اذان دینے سے روکو، ان کو نمازیں پڑھنے سے روکو، ان کو مسجدیں بنانے سے روکو، اور قرآن کریم کی اشاعت سے روکو اور ان کو اپنا نام مسلمان رکھنے سے روکو۔ یہ ساری باتیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہی جاتی تھیں یا نہیں کہی جاتی تھیں؟ اگر کسی دِل میں تقویٰ ہو تو تردد کے بغیر بےساختہ وہ یہ کہے گا ہاں ضرور کہی جاتی تھیں، تو جس کے متعلق کہی جاتی تھیں وہ نعوذباللہ جھوٹا تھا کہ سچا تھا؟ وہ سب سچوں سے بڑھ کر سچا تھا۔ یہ جھوٹوں کا کردار ہوتا ہے کہ ان کو عبادتوں سے تکلیف ہوتی ہے، ان کو کلموں سے تکلیف ہوتی ہے، ان کو نمازوں سے تکلیف ہوتی ہے۔ سچا آدمی تو جب کسی میں اچھی چیز دیکھتا ہے۔ تو اس کو پیار آتا ہے اس پر چاہے وہ دشمن بھی ہو

جتنا حسن اس میں پیدا ہوتا چلا جائے آتنا وہ اس کے دل کے قریب ہو جاتا ہے کیونکہ اس کو سچی ماتتا ہوتی ہے۔ جس طرح سچی ماں بچے کے اندر ہزار خرابیاں بھی ہوں اگر سچا پیار ہو گا اس سے تو ایک بھی خوبی کی بات ہو تو وہ اُچھالتی پھرے گی۔ آج میرے بچے نے یہ کیا۔ آج میرے بچے نے یہ کیا۔ دشمن کی بُرائیاں تو الگ رہیں جو شریکے کے لوگ ہوتے ہیں جن سے دشمنی اور نفرت ہوتی ہے۔ ان کی خوبیاں بھی بُری لگنے لگ جاتی ہیں۔ تو یہ تو حال ہو چکا ہے اور یہ حال ہمیشہ اس وقت ہوا کرتا ہے جب خدا کسی کو بھیجتا ہے۔ ایک مسلّم تاریخ چلی آرہی ہے۔ پس حضرت امام مہدی نے اگر یہ نہیں ہیں تو آئندہ آنا ہے۔ آئندہ کے لئے تو اپنا تصور ٹھیک کر لیں۔ ورنہ آپ اس کو بھی Miss کر دیں گی۔ یہ تو گیا ہاتھ سے۔ آنے والا بھی چلا جائے گا۔ کیونکہ اس وقت بھی اس سے یہی سلوک ہو گا۔ اس نے دعویٰ یہی کرنا ہے کہ مجھے خدا نے بنایا ہے مجھے الہام ہوا ہے۔ اللہ نے کہا ہے میں تجھے کھڑا کرتا ہوں۔ اور علماء کی طرف آپ دیکھیں گی وہ کہیں گے جھوٹا، وحی بند، کسی کو خدا نہیں بنا سکتا۔ وہ کہے گا دیکھو میں خدا کی خاطر اپنا سب کچھ چھوڑ بیٹھا ہوں، میں تم میں سب سے زیادہ ہر دلعزیز تھا، آج ساری دُنیا مجھے گالیاں دے رہی ہے، ساری دُنیا مخالفت کر رہی ہے، پھر بھی میں اس رستے پر چل رہا ہوں، میرے ماننے والے اس رستے پر چل رہے ہیں، نیکیاں کر رہے ہیں، ماریں کھا رہے ہیں۔ علماء کہیں گے بالکل جھوٹا، یہ جھوٹ کی علامت ہے، سچ کی علامت نہیں ہے۔ تو آپ اس وقت کیا فیصلہ کریں گی۔ آنا تو اس نے اسی طرح ہے تو اس لئے آپ اپنا تصور درست کریں۔

مسیح موعود کی آمد کے بارے میں بگڑتے ہوئے تصورات

دوسرا تصور ہے حضرت عیسیٰؑ کا۔ علماء یہ کہتے ہیں کہ پُرانا عیسیٰؑ زندہ آسمان پر بیٹھا ہوا ہے اور وہ جسم سمیت اُترے گا اور اُمتِ محمدیہ جو چاہے کرتی رہے وہ اُترے گا اور ساری دُنیا اُمتِ محمدیہ کے لئے خود فتح کرے گا۔ اور فتح کر کے ساری دُنیا کی سلطنتوں کی چابیاں مُسلمانوں کے سپرد کردے گا۔ اور بیٹھے بیٹھے قعرِ مذلّت میں گری ہوئی قوم اچانک دُنیا کی بادشاہ بن جائے گی۔ ہم اِس تصور میں بھی آپ سے اختلاف رکھتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ تمثیلات ہوتی ہیں، یہ پیشگوئیاں رُوحانی معنی رکھتی ہیں اور جب بھی لوگ ٹھوکر کھا کر ان کو ظاہری معنی دینے لگ جاتے ہیں وہ آنے والے کو نہیں پہچان سکتے کیونکہ آنے والے کا رُخ کسی اور طرف ہوتا ہے اور وہ کسی اور طرف منہ کر کے بیٹھے رہ جاتے ہیں۔ ہمیشہ اُنہوں نے اِسی طرح MISS کیا ہے۔ آپ آسمان کی طرف دیکھ رہی ہوں کہ اوپر سے کوئی اترے گا۔ تو اِس رستے سے آیا ہی نہیں۔ تو یہ دھوکہ ہمیشہ پہلے بھی لگتا رہا ہے۔ اور یہ کبھی نہیں ہوا کہ قوم کوئی بے عملی کی حالت میں پڑی ہو گناہوں میں ملوث ہو، رشوت ستانی، جھوٹ، دُنیا داری، دکھاوے، ہر قسم کے رسم رواج میں اس کا اَنگ اَنگ بندھ جائے اور خدا تعالیٰ ان کی ان سب باتوں سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اچانک ان کو دُنیا کا بادشاہ بنا دے۔ آسمان سے کوئی اُترے اور وہ ساری دُنیا اُن کے لئے فتح کرے اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے ان کو بادشاہت کے منصب پر کھڑا کر دے۔ یہ تو واقعہ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ پہلے کبھی نہیں ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ترقی کا گُر بیان نہیں فرمایا وہ گُر ہے

ہی جھوٹا کیونکہ ترقی کا ہر سچا گُر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرما چکے ہیں۔
قوموں کی اصلاح بیماروں کی زندگی کوئی ایک بھی نسخہ نہیں جس کو حضرت
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان نہ فرمایا ہو۔ ورنہ وہ خاتم النبیین نہیں بنتے۔
ورنہ کلام الٰہی کتاب اللہ کامل کتاب نہیں بنتی۔ اگر اس میں سے کوئی چیز باہر
رہ گئی ہو یعنی کوئی ایسی ترکیب جو اصلاح احوال کی ہو قوموں کو زندہ کرنے
کی ہو۔ اگر قرآن میں نہ ہو تو قرآن مکمل کیسے ہوگیا۔ تو ہم کہتے ہیں قرآن پر غور
کریں قرآن بتاتا ہے کہ کبھی خدا نے کسی لٹکتے ہوئے آدمی کو آسمان سے نہیں
بھیجا۔ کبھی یہ واقعہ نہیں ہوا۔ لوگ انتظار ضرور کرتے ہیں۔ لیکن پیدا زمین سے
ہوتا ہے۔ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایلیاہ کا انتظار
ہو رہا تھا۔ اس میں بھی وہ تصور بدل گئے تھے۔ یعنی آنے والے کی انتظار کا
تصور بگڑ چکا تھا۔ یہودی کہتے تھے حضرت عیسیٰؑ کے آنے سے پہلے آسمان سے

ایلیاہ نبی اُترے گا جو آسمان پر چڑھ کر وہاں انتظار کر رہا ہے۔ اور وہ اترے
گا اور منادی کرائے گا کہ آنے والا آرہا ہے' اپنے دل کے در پٹ کھول
لو۔ تب مسیح آئیں گے۔ یہ بائبل میں لکھا ہوا موجود ہے' یہودی اور عیسائی تاریخ
اس پر متفق ہے کہ یہ واقع اس طرح ہوا اور حضرت مسیح آگئے اور کوئی
آسمان سے نہ اُترا۔ کسی نے نہیں دیکھا کہ ایلیاہ لٹکتا ہوا آسمان سے آرہا ہے
تب یہودی علماء نے وہی اعتراض کیا جو ہم پر آج کل کے علماء کر رہے ہیں'
اُسی طرح مذاق اڑائے جس طرح ہمارے اڑائے جاتے ہیں کہ مسیح ابن مریم کے
متعلق تو لکھا ہے کہ مریم کا بیٹا مسیح آسمان سے نازل ہوگا اور یہ مرزا غلام احمد
قادیانی چراغ بی بی کا بیٹا زمین سے پیدا ہوا اور ہمارے پنجاب میں تو یہ مسیح
کیسے ہوگیا جس نے آسمان سے اُترنا تھا اور وہ مریم کا بیٹا تھا۔ بالکل یہی واقعہ

پہلے مسیح کے وقت گزر چکا ہے۔ پڑھیں تو بھی پوچھیں تو بھی کسی سے ایک
ذرّہ کا بھی فرق نہیں ہے۔ اُس زمانے میں ایلیاہ کے متعلق یہی اس وقت
کی اُمت کا خیال تھا۔ اور لکھا ہوا بھی تھا بائیبل میں۔ تو حضرت مسیح کے حواریوں
کو اُنہوں نے چھیڑنا شروع کیا کہ بھئی تمہارا مسیح ہوگا سچّا ہم مان جائیں گے لیکن
وہ ذرا ایلیاہ دکھادو جس نے آسمان سے آنا تھا۔ وہ دیکھتے ہی ہم کہیں گے
ہاں ٹھیک ہے۔ خدا کے صحیفوں کی بات پوری ہو گئی۔ تو حضرت مسیحؑ سے آپ
کے حواریوں نے ذکر کیا کہ یہ ہمیں مخول کر رہے ہیں۔ یہ تمسخر اڑا رہے ہیں۔ کہتے
ہیں ایلیاہ دکھاؤ۔ تو حضرت یحیٰیؑ جو خدا کے نبی تھے اور حضرت زکریاؑ کے بیٹے
تھے۔ ان کو بائبل میں یوحنا نام دیا جاتا ہے۔ وہ حضرت مسیحؑ سے پہلے نبوت
کر رہے تھے۔ تو حضرت مسیحؑ نے حضرت یوحناؑ کے متعلق فرمایا۔ یہ وہی ایلیاہ
ہے جس نے آسمان سے اترنا تھا، چاہو تو قبول کرو چاہو تو نہ کرو کتنا عظیم الشان
فقرہ ہے اور کتنا دائمی صداقت رکھنے والا فقرہ ہے۔ آسمان سے لوگ اسی
طرح آیا کرتے ہیں۔ زمین سے پیدا ہوتا ہے، اللہ کے تصرف سے کھڑا ہوتا ہے
صحیفوں میں اس کو آسمان سے آنا قرار دیتے ہیں۔ فرمایا اگر نہیں مانتے تو
پھر اس کے بعد اب کوئی آسمان سے اُترتا تم نہیں دیکھو گے۔ جس طرح
تم انتظار کر رہے ہو آسمان سے اُترنے والے کا وہ اب کبھی نہیں آئے گا۔ مسیح
کو گزرے ہوئے اب کتنے سال گزر چکے ہیں۔ ۱۹۸۴ سال تو ہو چکے ہیں اور
آج تک کسی نے عیسیٰؑ کو آسمان سے اُترتا نہیں دیکھا۔ ۱۹۸۴ سال ہو گئے
کہ یہودی ہر سال دیوارِ گریہ پر جا کر سر پٹکتے ہیں، لہو لہان ہو جاتے ہیں وہاں
ایک دیوار ہے فلسطین میں جس کو Wailing Wall کہتے ہیں۔ اس سے
ٹکریں مارتے ہیں، دُعائیں کرتے ہیں، واویلا کرتے ہیں کہ اے خدا اُس

عیسیٰ کو بھیج جس کے بعد مسیح نے آنا تھا اور دیکھ رہے ہیں آسمان کی طرف کہ خدا سچ مچ آسمان سے اُتارے گا۔ وہ آبھی گیا، اس کو پہچانا ہی نہیں۔ مسیح بھی آگیا۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ظاہر ہوگئے۔ ایک بس MISS ہوجائے تو باقی بھی ہوتی چلی جاتی ہیں۔ یہ حال تو اپنا نہ کریں صحیفوں کو انبیاء کی زبان میں سمجھنے کی کوشش کریں۔ خدا کا کلام کسی ظاہر پرست انسان کا کلام نہیں ہے۔ یہ معنی رکھتا ہے۔ اس کے اندر خدا تعالیٰ نے حکمتیں رکھی ہیں آسمان سے آنے سے مراد صرف اتنا ہوتا ہے کہ اللہ اس کو بھیجے گا۔ کوئی اور کبھی نہیں آیا۔

منشائے الٰہی کو نہ سمجھنے کی غلطی

تو یہ خاتون کہتی ہیں کہ فرق کیا ہے؟ ایسا تصور بنا بیٹھی ہیں کہ اب قیامت تک انتظار کے سوا آپ کے مقدر میں کچھ نہیں۔ نہ پہلے کبھی لٹکتا ہوا وجود آسمان سے اُترا ہے نہ اب اُترے گا۔ نہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح تشریف لائے۔ اس لئے آپ کے لئے دو ہی رستے ہیں یا تو تمثیل کو قبول کریں۔ یا پھر ہمیشہ کیلئے رستے میں بیٹھ جائیں۔ اور اس رستے پر تو سوائے فیض کے اس شعر کے اور کچھ لکھا ہوا نہیں ہے کہ

ع گل کرو شمعیں بڑھا دو مے و مینا و ایاغ
اپنے بے خواب کواڑوں کو مقفل کرلو
اب یہاں کوئی نہیں کوئی نہیں آئے گا

فرضی قصے بنانے والے جو دین کی اصطلاحات کو نہیں سمجھتے اور کہانیوں میں بسنے کو پسند کرتے ہیں ان کے لئے کبھی کوئی آسمان سے نہیں اُترا نہ آئندہ اُترے گا۔ ہم

کہتے ہیں اس واقعہ کو پہچانو جو ہر نبوت کے وقت رونما ہوا ہے مصائب کی چکی میں سے ایک قوم گزاری جاتی ہے۔ ماننے والوں کو عاق کیا جاتا ہے' مائیں اپنے بیٹوں کو گھروں سے نکال دیتی ہیں' باپ اپنے بیٹوں کو بعض دفعہ مار مار کر ہلاک کر دیتے ہیں۔ یہ واقعات بھی گزرے ہیں آج کی دنیا میں۔ قصور یہی احمدی ہونیوالا۔ ایک بیٹا ایسا تھا جس کو خود باپ نے مار مار کر ہلاک کر دیا۔ جھوٹوں کو تو پوچھتا ہی کوئی نہیں۔ جھوٹے ہزار پھرتے ہیں۔ آج بھی دہریئے، بدکردار، بے حیا، جھوٹ بول کر لوگوں کی جائیدادیں کھانے والے' عدالتوں میں جھوٹے قرآن اُٹھانے والے کی کیا پرواہ ہے؟ کچھ نہیں فرق پڑتا صرف سچا تکلیف دیتا ہے۔ برداشت نہیں ہوتا۔ وہ ایک ایسی سوسائٹی بن جاتا ہے جو دوسری سوسائٹی سے الگ بن رہی ہوتی ہے اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ کوئی نئی قوم بن گئی۔ اس کو ختم کرو اس کو ہلاک کرو۔ تو یہ ہے اصل فرق جو ہمارے اور آپ کے درمیان ہے۔ ورنہ شریعت وہی ہے' سنت وہی ہے' حدیث وہی ہے' بنیادی عقائد وہی ہیں، اعمال وہی ہیں اس میں کوئی فرق نہیں۔

اگلے کاغذ پر سے حضرت صاحب نے یہ سوال پڑھا۔

اگر حضرت عیسیٰؑ حضرت مریمؑ کے بیٹے معجزانہ طور پر ہو سکتے تھے تو دوسرا معجزہ آسمان سے اُترنے کا کیوں نہیں ہو سکتا تھا؟

آپ نے جواباً فرمایا

حضرت عیسیٰؑ کا جسم سمیت آسمان پر اُٹھایا جانا سُنت اللہ کے خلاف ہے

بالکل ٹھیک ہے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ مگر قرآن کریم نے جو اس کا جواب دیا ہے معجزانہ پیدائش کا وہ میں آپ کو سنا دیتا ہوں۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کی مثال آدمؑ کی مثال کی طرح ہے۔ اس پر غور کرو اس کے متعلق

تو تم کہتے ہو کہ بن باپ کے کیسے پیدا ہوا۔ تو آدم کے متعلق عقیدہ رکھتے ہو کہ نہ اس کی ماں تھی نہ اس کا باپ تھا۔ تو اگر بن باپ کی پیدائش کے نتیجے میں آسمان پر چڑھنا چاہیئے تو حضرت آدمؑ کو تو ساتویں آسمان سے بھی اوپر نکل جانا چاہیئے کیونکہ قرآن کہتا ہے کہ مثال ملتی جلتی ہے۔ بلکہ اس سے زیادہ شدید ہے۔ تو یہ کون سی لغویات ہوئی۔ یہ کوئی استدلال تو نہ ہوا کہ چونکہ ایک معجزہ عطا ہوگیا۔ اس لئے دوسرا عجیب وغریب معجزہ ضرور عطا ہو۔ خدا کو کون پابند کر سکتا ہے۔ سب کچھ ہو سکتا ہے' اگر خدا چاہے۔ اِس بات میں ہمارا کوئی اختلاف نہیں۔ مگر اگر چاہے۔ تو بتلائے گا بھی تو سہی کہ مَیں نے ایسا کیا ہے۔ جب تک گواہی نہ ملے ہم کیوں مانیں۔ ایک دفعہ ایک مولوی صاحب نے مجھ سے یہی بات پوچھی تھی کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر جا نہیں سکتے؟ مَیں نے کہا کیوں نہیں جا سکتے" خدا قادر ہے؟ مَیں نے کہا کیوں قادر نہیں ہے۔ ضرور جا سکتے ہیں خدا ابھی قادر ہے تو پھر کیوں نہیں مانتے۔ مَیں نے کہا آسمان پر جا سکتے ہیں تو کشمیر نہیں جا سکتے؟ خدا قادر نہیں ہے کہ کشمیر پہنچا دے تو کیوں نہیں مانتے آپ یہ کوئی دلیل

ہے کہ ہم تب مانیں گے جب خدا کہے گا کہ ہاں یہ واقعہ ہوا ہے۔ اس کے بغیر نہیں مانیں گے۔ اس لئے نہیں ہم انکار کرتے کہ ناممکن ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے کبھی کیا نہیں یہ اس کی سُنّت کے خلاف ہے۔ اور آئندہ کے متعلق خدا نے یہ نہیں کہا قرآن کریم میں جو آیت ایک ہے وہ آیت جس میں رفع کا ذکر ہے تو علماء اس سے استنباط کرتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے ہم نے جسم سمیت آسمان پر اُٹھا لیا۔ اس آیت پر مَیں تھوڑی سی گفتگو کر دیتا ہوں اگر ان کے ذہن میں یہ شبہ ہو تو وہ دور ہو جائے گا۔ قرآنِ کریم میں وہ آیت لمبی ہے۔ صرف آخری حصّہ بیان کرتا ہوں۔ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق فرمایا یٰعیسیٰ

نے ان کو قتل نہیں کیا۔ وہ جھوٹ بول رہے ہیں کہ ہم نے قتل کیا۔
وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ (النساء ۱۵۸،۱۵۷) وہ ہرگز حضرت عیسیٰؑ کو قتل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے بلکہ اللہ نے حضرت عیسیٰؑ کا اپنی طرف رفع فرمالیا۔ یہ وہ آیت ہے جس کا علماء یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ ہم نے عیسیٰؑ کو زندہ آسمان پر جسم سمیت اُٹھالیا۔ اب یہ مسئلہ تو دو منٹ میں حل ہو جائے گا کہ اِس کا کیا معنی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ رفع کا لفظ قرآن کریم میں اور بھی جگہ تو استعمال ہوا ہے۔ خدا نے رفع فرمایا اور بندے کا۔ یا خدا رفع کرنا چاہتا تھا کسی بندے کا۔ تو قرآن، قرآن کی تشریح کرتا ہے۔ وہاں لفظ رفع پر غور کرو تو اِس لفظ رفع کے معنی سمجھ میں آجائے گا۔ سب سے بڑی تصدیق قرآن کی تو قرآن ہی کرتا ہے اور قرآن کے معنی میں کسی اور کی محتاجی بھی نہیں رہتی ایک آیت دوسری کی تشریح کر دیتی ہے۔ تو دو جگہیں ایسی ہیں قرآن کریم میں اس کے علاوہ جہاں اللہ تعالیٰ نے کسی بندے کے رفع کا ذکر فرمایا ہو اور دونوں موقعوں پر علماء رفع سے جسم سمیت اٹھانا مراد نہیں لیتے اور نہ لے سکتے ہیں اور قرب الٰہی کا ترجمہ کرتے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ حضرت ادریسؑ کے متعلق فرماتا ہے۔ وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا (مریم: ۵۸) اور ہم نے ان کو ایک بلند مقام کی طرف اُٹھالیا یا رفع کرلیا۔ اور ترجمہ کیا ہے اس کا ہم نے حضرت ادریس کے درجات بلند کئے ان کو اپنا قرب عطا فرمایا۔ رفع کا معنی قرب الٰہی، خدا کا پیار ایک اور آیت ہے۔ بلعم باعور کا نام آپ نے سُنا ہوگا کہ جو ایک وقت میں اپنے زمانہ کا ولی اللہ تھا اور پھر وہ دُنیاداری کی طرف جُھک گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو مردود کر دیا۔ یہ بلعم باعور کا واقعہ ہے۔ اس کا نام لئے بغیر ایک کُتے سے اس کی مثال دے کر (یہاں بھی لفظ کُتا آیا ہے) ایک

کتے سے مثال دے کر اس کے متعلق فرماتا ہے۔

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ

اگر ہم چاہتے تو اس بلعم باعور کا رفع فرمالیتے وہی لفظ ہے رفع عیسیٰ والا۔ لیکن یہ بدبخت زمین کی طرف جھک گیا۔ اب بتلایئے اس کا ترجمہ کیا بنتا ہے؟ اگر علماء کا اعتراض درست ہے کہ جب خدا رفع کرے کسی بندے کا تو مراد جسم سمیت اُٹھانا ہوتا ہے۔ تو پھر اس کا ترجمہ یہ بنے گا کہ بلعم باعور سانپ بچھو کی طرح زمین میں گھسنے کی کوشش کر رہا تھا اور اللہ تعالےٰ اسے کھینچ تان کر اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور وہ ہاتھ پاؤں مار کر چھٹ کر زمین میں گھس گیا۔ کیسا تمسخر بن جاتا ہے، کلام الٰہی کے ساتھ مذاق کرنے والی بات ہے۔ اس لئے روحانی کلام کا ترجمہ اس وقت سمجھ آتا ہے جب روحانی معنوں میں کیا جائے۔ اللہ جب رفع فرمائے تو قرب الٰہی مراد ہوتا ہے۔ جس طرح اس کو کہتے ہیں رفیع الشان ہے۔ وہ شانیں بلند کرنے والا ہے، وہ درجے بلند کرنے والا ہے۔ ان معنوں میں قرآن کریم نے یہ لفظ استعمال فرمایا ہے۔ اور حدیث کا استعمال دیکھ لیجئے تو بعینہٖ قرآن کے مطابق ہے ایک ذرہ کا بھی فرق نہیں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دو مواقع پر لفظ رفع استعمال فرمایا۔ بندوں کی نسبت سے ایک حدیث ہے۔ اس میں حضورؐ فرماتے ہیں کہ جب خدا کا بندہ عاجزی اختیار کرتا ہے رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ بِالسِّلْسِلَةِ (کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۵) پھر اس کو ساتویں آسمان پر اٹھا کر لے جاتا ہے جسمانی معنی کرنے کے سارے مواقع یہاں پر موجود ہیں۔ ایک اور حدیث میں آگے یہ الفاظ بھی ہیں بالسلسلہ کہ وہ اس کو ساتویں آسمان پر زنجیروں میں لپیٹ کر خدا اُٹھا کر لے جاتا ہے۔ اب بتایئے۔ اگر رفع کا ترجمہ جسم سمیت اُٹھانا جائز ہو تو سب سے زیادہ یہ موقع ہے کیونکہ

آسمان سے زنجیر بھی اُتر رہی ہے اور بندہ لپٹتا جا رہا ہے اور پھر ساتویں آسمان کا بھی ذکر ہے لیکن کیوں ترجمہ نہیں کرتے۔ اس کا ترجمہ تو یہ کیا جاتا ہے کہ اللہ اس کے درجے بلند کرے گا' اس کو اپنا قرب عطا فرماتا ہے۔ زنجیر سے مراد کیا ہے؟ زنجیر تو طبقہ بہ طبقہ ہوتی ہے۔ حلقوں میں بٹی ہوئی ہوتی ہے تو مراد یہ ہے کہ جتنا خدا کے حضور کوئی عاجزی کرے گا جتنا جھکے گا اتنے زنجیر کے حلقے وہ خدا کے قریب ہوتا چلا جائے گا اتنے درجے وہ بلند ہوگا۔ تو یہ تمہارے اپنے اختیار میں ہے۔ اگر تم قرب الٰہی چاہتی ہو اور ساتویں آسمان پر جانا پسند کرتی ہو۔ خدا کے قرب کے لحاظ سے تو اتنا ہی عجز اختیار کرو۔ خدا کے حضور تکبر اس کے ہاں قبول نہیں ہوتا۔ عاجز بندی بنو گی خدا کی تو اللہ تمہارا رفع کرنا شروع کرے گا اور وہ رفع ساتویں آسمان تک ہو جائے گا اب بتائیے یہ مفہوم ہے فوراً ذہن میں آتا ہے۔ جسم سمیت والا رفع کا معنیٰ تو کہیں ٹھیک بیٹھتا ہی نہیں۔ آگے سنیئے آپ کو آنحضورؐ نے ایک دعا سکھائی جو دو سجدوں کے درمیان آپ پڑھتی ہیں اور مرد بھی پڑھتے ہیں۔ اِس میں آخر میں ایک لفظ آتا ہے وَارْفَعْنِیْ۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَعَافِنِیْ اِس میں آخر میں آتا ہے وَارْفَعْنِیْ اے خدا ہمارا رفع فرمادے۔ اب بتائیے کیا سکھایا آپ کو کیا دعا مانگو؟ دو سجدوں کے درمیان ہم یہ دعا پڑھتے ہیں کہ اے خدا ہمارا رفع فرمالے۔ اگر علماء کا یہ ترجمہ درست ہے کہ رفع سے مراد جسم سمیت اٹھانا ہے تو ایک سجدے سے اتنا تھک جاتی ہیں آپ کہتی ہیں مجھے اگلے سجدے سے پہلے پہلے جسم سمیت اُٹھا ہی لے، یہاں رہنے ہی نہ دے میں دوسرے سجدے کی مصیبت سے بچ جاؤں کس قدر تمسخر ہے۔ کلام الٰہی اور کلام رسولؐ

کے معنی جب آپ بگاڑیں گی تو وہ تمسخر بن جائے گا اور بول اُٹھے گا وہ ترجمہ کہ میں جھوٹا ہوں۔ میں اِس اصول پر اور کلامِ الٰہی پر سچا نہیں۔ اس لئے جھوٹا ہوں۔ تو ہم کوئی ضد نہیں کرتے ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو سمجھنے کے لئے اللہ کے کلام کی مدد لیجیئے۔ قرآن کریم میں جہاں جہاں خدا نے بندے کا رفع کیا ہے اُن آیات پر غور کر لیں تو یہ جھگڑے والی آیت فوراً حل ہو جائے گی۔ حضرت محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں جہاں خدا کو رفع کرنے والا اور بندے کو مرفوع قرار دیا، وہاں حدیثیں اُٹھا کر دیکھ لیجیئے اس ترجمے کے سوا آپ کے پاس چارہ ہی کوئی نہیں رہے گا۔ پس ہم یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ وہاں قربِ الٰہی مراد ہے۔ اس سے زیادہ کوئی معنی نہیں۔

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے مسیحؑ کا آسمان پر اُٹھایا جانا ثابت نہیں ہوتا

اس آیت کا اگلا حصّہ کلام کو خود اتنا واضح کر دیتا ہے کہ ان لمبے لمبے حوالوں کی بھی دراصل ضرورت نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ۔ خدا نے حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر نہیں اٹھایا، اپنی طرف اٹھایا۔ تو اب خدا کی طرف خدا کی سمت طے کئے بغیر عیسیٰؑ کیسے اُٹھ جائیں گے؟ جب کہا جائے کوئی کسی طرف گیا تو جانے سمت معین کرنے سے پہلے کہنے والے کی طرف تو معین کرنی ضروری ہے۔ ورنہ تو ممکن ہی نہیں ہے کہ حرکت ہو سکے۔ میری طرف میری یہ بھانجی آئے تو جب تک میری طرف نہ معلوم ہو بیچاری کدھر جائے گی۔ اندھیرے میں میں اس کو آواز دوں کانوں میں سمت تو سمجھ نہ آئے کہ کدھر سے آ رہی ہے تو ٹکریں مارتی پھرے گی، پتہ نہیں لگے گا کہ کدھر جانا ہے تو جسم کی حرکت کیلئے سمت معین ہونا ضروری ہے۔ تو اللہ کی سمت کون سی تھی؟ جدھر حضرت عیسیٰ گئے، وہ تو ہر جگہ موجود ہے۔ وہ تو فرماتا ہے میں

تمہاری رگِ جان سے بھی قریب ہوں ۔حضرت عیسیٰؑ کی رگ جان کے اندر بھی خدا تھا اور وہاں موجود تھا۔ تو پھر حرکت کیوں کی؟ اگر اس جگہ کو چھوڑ کر کسی طرف گئے تو ثابت ہوا کہ وہاں خُدا نہیں تھا جہاں سے چلے اور وہاں خدا تھا جہاں پہنچے۔ تو خدا کی ہستی ہاتھ سے جاتی ہے۔ عیسیٰؑ کو آسمان پر چڑھالیں بے شک پھر وہاں اللہ نہیں رہے گا۔ کیونکہ جس خدا کی سمت معین ہو جائے وہ خدا نہیں رہتا۔ یاد رکھیں سمت ہمیشہ محدود آدمی کی ہوتی ہے۔ یعنی ایک طرف ہو اور دوسری طرف نہ ہو۔ اس لئے لامحدود کی طرف محدود کی جسمانی حرکت ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ وہ ہر جگہ ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔

اَیْنَ مَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ وہ تو ہر طرف ہے۔ کوئی سمت اس سے خالی نہیں۔ تمہاری رگِ جان سے قریب ہے۔ تو خدا نے تو محاورہ ایسا پیارا استعمال فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ کے جسم کی حرکت کی گنجائش ہی کوئی نہیں۔ اس لئے جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا اگر یہ لکھا ہوتا کہ آسمان پر چلا گیا تو جیسا کہ پہلے صحیفوں میں بھی لکھا ہوا تھا اور اس کا یہ ترجمہ دُرست نکلا کہ روحانی معنی مراد ہیں۔ لیکن یہاں تو یہ بھی نہیں لکھا ہوا کہ آسمان پر چلا گیا۔ اس لئے کوئی دھوکے کی وجہ نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰؑ عام نبیوں کی طرح فوت ہو چکے ہیں۔ قرآن کریم ان کی وفات کی واضح خبر دیتا ہے۔ ایک سے زیادہ آیات میں ان کی وفات کی خبر ہے اور ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو فوت ہو جائیں اور کسی اور نبی کو خدا نے آسمان پر بٹھایا ہو۔ اور وہ بھی اُمتِ محمدیہ کی اصلاح کے لئے۔ آپ کس طرح اس عقیدے کو مان رہی ہیں یعنی جس رسول کے متعلق خدا قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۔ یہ صرف بنی اسرائیل کا رسول ہے۔

وہ ایک دن آسمان سے اُترے اور کہے میں اُمتِ محمدیہ کا بھی رسول ہوں۔ اس کی بات مانیں گی تو یہ آیت جھوٹی، آیت مانیں گی تو اُترنے والا جھوٹا، کیونکہ دونوں میں تضاد ہے۔ موسوی اُمت کے رسول کی شان ہی نہیں ہے کہ وہ اُمتِ محمدیہ کی اصلاح کر سکے۔ یہ صرف غلام مصطفےٰؐ کی شان ہے کہ اُمت میں سے پیدا ہوا محمد مصطفیٰؐ سے ہدایت کے سبق سیکھے اللہ سے ہدایت پائے اور اُمتِ محمدیہ کی ہدایت کرے۔ غیر کا کام ہی نہیں ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے حضرت عیسیٰؑ کو خود مثل قرار دیا ہے جب وہ آئیں گے بطور مثال آئیں گے اس لئے ہم تو مثل مانتے ہیں کہ عیسیٰؑ اپنے وجود میں اصل نہیں آئے گا بلکہ ایک مثل کے طور پر اُترے گا۔

ایک احمدی خاتون نے کہا ہے کہ آپ نے دو سجدوں کے درمیان کی دُعا[1] کی بات کی ہے حالانکہ مختلف فرقوں کے غیر احمدی دو سجدوں کے درمیان کوئی دُعا نہیں پڑھتے؟

حضرت صاحب نے سمجھایا۔

دُعا بَینَ السجدتین کی شرعی حیثیت

غیر احمدی مسالک مختلف ہیں۔ کچھ ہیں نظریاتی لحاظ سے مثلاً بریلوی، اہلِ حدیث وغیرہ۔ کچھ ہیں فقہی لحاظ سے مثلاً حنفی، شافعی، حنبلی وغیرہ۔

---

[1] محترم خاتون نے یہ سوال اُس دُعا کے حوالے سے اُٹھایا جو تمام فرقوں میں پڑھی جاتی ہے خواہ دو سجدوں کے درمیان، خواہ نماز سے الگ ہو کر۔ اس دُعا کا ذکر تفصیلاً اسی کتاب کے صفحات ۱۱۰ کے درمیان سے لے کر صفحہ ۱۱۱ کے درمیان تک ملاحظہ ہو۔

ان میں سے بعض فرقے دو سجدوں کے درمیان یہ دُعا ضرور پڑھتے ہیں۔ اور بعض نہیں پڑھتے۔ لیکن جو نہیں پڑھتے وہ بھی وہ معنی نہیں کرتے جو میں نے بیان کئے تھے کہ ہو نہیں سکتے۔ اس لئے اس بات پر سب متفق ہیں کہ پڑھی جائے یا نہ پڑھی جائے۔ اس دُعا کا یہ مطلب بہر حال نہیں ہے کہ مجھے جسم سمیت اٹھالو۔ وہ بات ضرور بھی ثابت ہو جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ ریڈیو پر بھی کہا جاتا ہے کہ دو سجدوں کے درمیان کچھ نہ پڑھا جائے۔ یہ معلوم ہوتا ہے اس فرقے کا قبضہ ہے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر جن کے عقیدے میں داخل نہیں ہے لیکن یہ بھی آپ کو بتا دیتا ہوں اپنے علماء سے بے شک پوچھ لیں۔ احمدیوں کے سوا بھی کروڑوں مسلمان ہیں جو اس بات کے قائل ہیں اور پڑھتے ہیں اس دُعا کو جو میں نے پڑھی ہے۔

اگلا سوال احمدی غیر احمدی سب بہنوں کی یکساں دلچسپی کا تھا۔

آپ لوگ سوئم، چالیسواں، ختم قرآن، آیت کریمہ کے ختم پڑھنے ، باداموں کے ختم کو کیوں نہیں مانتے

حضور نے علمی استدلال سے جواب دیا۔

مذہبی بگاڑ اور قومی تنزل کی علامتیں

واقعہ یہ ہے کہ ہم وہی ختم مانتے ہیں جو ختم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو اور نہ اس کے سوا کوئی عقیدہ ہے۔ اگر یہ قصور ہے تو ہم قصوروار ہیں۔

وجہ یہ ہے کہ اس میں اصولی اختلاف ہے۔ بعض دفعہ نیکی کے نام پر بھی غلط رسمیں رائج ہو جاتی ہیں اور وہ فائدہ پہنچانے کے بجائے نقصان پہنچایا کرتی ہیں۔ اَمرِ واقعہ یہ ہے اور اس عقیدے پر ہم بڑی شرحِ صدر سے قائم ہیں اور اس میں ہم کبھی تبدیلی نہیں کر سکتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دین کامل ہو گیا اور آپ کا اسوۂ حسنہ ہی ہمیشہ کے لئے تقلید کے لائق ہے یا ان صحابہ کا اسوۂ حسنہ جنہوں نے آپ سے تربیت پائی۔ ان کے سوا تو قرآن میں اور کسی کا اسوہ ماننے کا کہیں حکم نہیں ہے، نکال کر دکھا دیجئے۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نمونہ ہیں جن کی پیروی لازمی قرار دے دی گئی اور کسی اور کی پیروی تب ہم کریں گے اگر وہ حضور اکرمؐ کی پیروی کرے گا ورنہ نہیں کریں گے۔ تو یہ ساری چیزیں جن کا ذکر ہے، سوئم، چالیسواں، گٹھلیوں پر قرآن پھونکنا، ختم قرآن بار بار پڑھنا ان میں سے ایک بھی چیز حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ اور خلفائے راشدین کے زمانے میں نہیں تھیں۔ اور اس بارے میں شیعہ سنی روایات میں اختلاف ہی کوئی نہیں متفق علیہ ہیں۔ کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے خلفاء راشدینؓ آپ کے صحابہؓ کے وقت یہ رسمیں نہیں تھیں۔ تو قرآن ان سے بہتر کون سمجھتا تھا؟ قرآن سے زیادہ پیار کرنے والا [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کرتی ہیں۔ اتنی بات تو غالب بھی سمجھ گیا تھا۔

ع ہم مؤحد ہیں ہمارا کیش ہے ترکِ رسوم
ملّتیں جب مٹ گئیں اجزائے ایمان ہوگئیں

اگر تم واقعی توحید کے قائل ہو، اگر تمہارا یہ دعویٰ بھی ہے کہ تم مؤحد ہو تو مؤحد کا فرض ہے کہ رسم ورواج کو مٹائے اور کاٹ دے۔ ہمارا کیش ہے ترک رسوم۔ اگر یہ نہیں کرو گے تو پھر مٹی ہوئی اُمتوں کی علامتیں تمہارے اندر ظاہر ہو جائیں گی۔ اُمتیں جب مٹ گئیں اجزائے ایمان ہوگئیں، پھر ایمان نہیں ہوتا۔ کسی کے ہاتھ کچھ تھوڑا سا ایمان کا ٹکڑا آگیا، کسی کے کچھ ٹکڑا آگیا، کسی نے بہت اخلاص دکھایا تو باداموں پر پھونک دیا، کسی نے کم دکھایا تو کھائی ہوئی گٹھلیوں پر پھونک دیا۔ سوچیں تو سہی کہ آپ کا دین کیا بن رہا ہے۔ قرآن والا دین تو نہیں، حضرت محمد مصطفیؐ کی سُنّت کا دین تو نہیں ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو نہ سوئم ہوا، نہ گیارہویں ہوئی نہ چالیسواں ہوا، آپ کے کسی خلیفہ کا نہیں ہوا، آپ کے کسی صحابی کا نہیں ہوا تو آج کون حق رکھتا ہے ان رسموں سے علاوہ رسمیں بنانے کا جو آپؐ کے زمانے میں نہیں تھیں۔ تو ہم تو کہتے ہیں کہ قوم نے اگر زندہ ہونا ہے۔ تو واپس جانا پڑے گا اس زمانے میں لوٹنا پڑے گا جو زندگی کا زمانہ تھا، اس روشنی میں جانا پڑے گا جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی روشنی تھی باقی سب اندھیرا تھا۔

(۴) مجالسِ عرفان منعقدہ ۱۴، ۱۹ فروری ۱۹۸۳ء میں ممبرات لجنہ کراچی اور بعض غیر از جماعت خواتین کی طرف سے عرض کئے ہوئے چند سوالات اور اُن کے جوابات

ایک سوال جو کراچی میں خواتین کی طرف سے اٹھایا جاتا رہا یہ تھا کہ غیر از جماعت لوگ عموماً قرآن کریم پڑھنے کے لئے بلاتے ہیں۔ اس کے لئے کیا کریں؟ نہ جائیں تو لوگ بُرا مناتے ہیں،

حضور نے جواباً فرمایا،

ختمِ قرآن کی محافل سنّتِ نبویؐ سے ثابت نہیں

اصل بحث یہ ہے کہ قرآن پاک کی محفل کس طرح سجائی جارہی ہے۔ اگر تو کوئی قرآن کریم کی تلاوت کرکے اس کے متعلق گفتگو کرتا ہے، اس کی تعلیم دیتا ہے تو اس میں ضرور شامل ہونا چاہیئے کوئی حرج نہیں ہے۔ اس بہن نے مزید عرض کیا کہ وہ لوگ اپنے وفات شدہ عزیزوں کے ختم قرآن پر بُلاتے ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ ایسی صورت میں شامل ہونا جائز نہیں ہے۔ ان سے کہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت سے اس کی کوئی سند نہیں۔

وہ بولیں ہم لوگ اگر نہ جائیں تو ہم بھی بلائیں تو نہیں آتے ہم نے سیرت النبیؐ کا جلسہ کیا تو وہ نہیں آئے۔

فرمایا بے شک نہ آئیں آپ کو اس سے کیا۔ اُن کو بلانے کی خاطر آپ نے دین

تو نہیں چھوڑنا ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حوالہ دیا کریں۔ کہیں جس دن تم سنتِ نبویؐ سے ثابت کر دو گی کہ یہ بات جائز ہے اس دن میں آجاؤں گی۔ بارِ ثبوت ان پر ڈالیں۔ سیرت کا جو جلسہ ہے یہ میں ثابت کرتی ہوں کہ تمہارے نزدیک بھی اور میرے نزدیک بھی غلط نہیں۔ اسلئے جس بات پر ہمارا اتفاق ہے اس کی طرف میں بلا رہی ہوں اس معاملے میں ہمارا اتفاق نہیں اس لیے میں نہیں آسکتی۔ ہاں اپنے طور پر تلاوت کیا کریں۔

اسی ضمن میں ایک اور سوال ہوا کہ

لوگ ختم کے چاول بھجوا دیتے ہیں کیا ہم لے کر خود کھانے کی بجائے کسی غریب کو دے دیں تو یہ جائز ہے ؟

حضور نے فرمایا،

سُنتِ نبویؐ کی پیروی میں لومۃ لائم کی پرواہ نہ کریں

اگر وہ چاول لے کر آپ غریب کو دے دیں گی تو وہ سمجھیں گی کہ آپ نے اس کو بطور جائز قبول کر لیا ہے اور اخلاقی جرأت آپ کی ماری جائے گی۔ آپ کو بڑی جرأت کے ساتھ کہنا چاہیئے کہ میں ممنون ہوں آپ کے جذبہ کی۔ لیکن میرے نزدیک شرعاً یہ درست نہیں ہے اس لئے میں واپس کرتی ہوں۔ سوائے اللہ کے نام کے کسی کے نام پر صدقہ خیرات نہیں ہونا چاہیئے۔ کسی کو صدقہ دینا یا کسی کے گناہ معاف کروانے کے لئے اس کی طرف سے صدقہ دینا بالکل اور چیز ہے۔ اگر یہ ہو رہا ہے تو آپ کہیں میں تو صدقہ لینے کے لائق نہیں ہوں۔ اگر تو صدقہ ہے۔ حضرت خواجہ معین الدینؒ اور کسی بزرگ کے لئے آپ نے صدقہ دیا ہے تو آپ بے شک دیں۔ مگر غریبوں میں تقسیم کرائیں اور اگر یہ ان کے نام کی کوئی خیرات ہے ایسی جو ان کی طرف سے دی جا رہی ہے۔ اس کے لئے صدقہ کے رنگ کے علاوہ کسی رنگ

میں کی ہوں اس کو جائز نہیں سمجھتی۔

ایک بہن نے کہا لیکن وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ تم بھی اپنے بزرگوں کے نام پر چندے وغیرہ دیتے ہو۔

فرمایا یہ تو ناجائز نہیں ہے۔ وہ بھی لے سکتے ہیں کسی بزرگ کی طرف سے کسی کو صدقہ دینا یہ سنت سے ثابت ہے۔ اگر وہ آپ کو صدقہ بھیجتے ہیں تو آپ شکریہ کے ساتھ واپس بھیج دیں کہ ہمیں صدقہ نہیں چاہیئے۔

اس کے بعد محفل قرآن میں جانے کا ایک بہن کی طرف سے ایک بار پھر سوال اٹھایا تو حضور نے فرمایا۔ قرآن شریف کی محفل کا غلط استعمال جہاں ہو رہا ہو وہاں نہیں جانا چاہیئے۔ جہاں تک قرآن کریم ختم کروانے کا تعلق ہے اس کی سنت نبوی سے کوئی سند ثابت نہیں ہے یہ محض ایک رسم ہے۔ جس کا قرآن کریم سے ساری عمر کوئی تعلق نہیں رہا، تلاوت نہیں کرتے نہیں اور نہ ہی عمل کرتے ہیں اور مردہ کو قرآن بخشتے ہیں۔ جس کو آپ بھی نہیں پڑھنا آتا تو اس کی خاطر بخشوانا بھی ثابت نہیں ہے۔ ایسی عورتوں سے کہیں سنت سے جو چیز ثابت نہیں وہ ہمارا دین نہیں ہے۔

ضمناً یہ سوال بھی پیش ہوا کہ ایسی صورت میں بعض غیر از جماعت خواتین اعتراض کرتی ہیں کہ آپ پارٹیوں وغیرہ میں آجاتی ہیں، قرآن خوانی کی محفل میں کیوں نہیں آتیں؟

فرمایا کسی بھی محفل میں جانے کی اجازت ہے لیکن محفل میں دین کو بگاڑنے کی اجازت نہیں ہے۔ آپ ان کو یہ کہیں کہ محفل کی اجازت ہے محفلیں اس وقت بھی لگتی تھیں اب بھی لگتی ہیں۔ البتہ محفل میں دین کی باتیں کرنے کی اجازت ہے دین کو بگاڑنے کی اجازت نہیں۔ قرآن کو محض رسم کے طور پر جس رنگ میں تم پڑھ رہی ہو سنتِ نبوی سے کیونکہ ثابت نہیں ہے اس لئے ہمارے نزدیک یہ دین کو بگاڑنے کے مترادف ہے۔

ایک غیر از جماعت خاتون کی طرف سے یہ سوال کیا گیا کہ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا ایک شعر ہے۔ ؎

میں کبھی آدمؑ کبھی موسیٰؑ کبھی یعقوبؑ ہوں
نیز ابراہیمؑ ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

اس شعر سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ وہ خود کو حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے بھی اعلیٰ اور افضل ثابت کرتے ہیں۔

حضور نے فرمایا۔

"وہ ہے مَیں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے"

یہ بالکل الٹ مفہوم لیا ہے جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں کامل غلام ہوں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کا اور یہ کہے کہ

؎ سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
ایک ایک چیز ہم نے اس سے پائی اور جو یہ دعویٰ کرے ؎

ایں چشمۂ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرہ زبحرِ کمالِ محمد است

علم و عرفان کا جو چشمۂ رواں دیکھ رہے ہو یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کے بحرِ عرفان کا ایک قطرہ ہے۔ اس کا مقام جتنا بڑا ہو آقا کا اس سے زیادہ ہی بڑا ہوتا چلا جائے گا نہ کہ نعوذ باللہ اس کے مقام کے بڑھنے سے وہ گر جائے گا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود (آپ پر سلامتی ہو) نے اس مضمون کو ایک اور جگہ خود کھولا۔ آپ نے فرمایا۔ ؎

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

کہ مسیح الزمان کی شان تو ایک طرف ہے جو گپیں بنائی ہیں عیسائیوں نے۔ خدا نے

مجھے دوبارہ مسیح الزمان بنا کر اُمّتِ محمدیہ میں اس لئے بھیجا ہے کہ وہ جو کہتے ہیں کہ وہ خدا کا بیٹا ہے نبیوں سے افضل ہے، اللہ تعالیٰ یہ ثابت کرے کہ مسیح تو وہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا غلام ہونے میں فخر حاصل کرتا ہے تو غلام کے مرتبے کی بلندی آقا کے رُتبے کی بلندی ہوتی ہے۔ اس میں مقابلہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا پھر یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ اس میں بعض پیشگوئیوں کی طرف اشارہ ہے۔ قرآن کریم نے ایک آیت میں اس طرف روشنی ڈالی اور آگے اس کے اوپر تمام گزشتہ بزرگان نے بھی گزشتہ امتوں کے آئمہ نے بھی تفصیل سے روشنی ڈالی اور وہ یہ آیت ہے۔

وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ

کہ آخری زمانہ میں ایسا وقت آئے گا کہ رسول مبعوث کئے جائیں گے گویا کہ سارے رسول دوبارہ آ گئے ہیں یہ وہی زمانہ ہے۔ اس زمانے میں یہ قطعی طور پر ثابت ہے کہ گزشتہ انبیاء کی پیشگوئیوں سے جو نقشہ کھینچ رہے ہیں وہ اس زمانہ کا ہے اور کہتے ہیں ہم دوبارہ آئیں گے۔ مثلاً زرتشت کی کُتب میں بھی اس زمانے کا نقشہ ملتا ہے۔ ہندو کتب میں کرشن جب کہتے ہیں کہ میں دوبارہ آؤں گا تو کلجگ کا جو نقشہ ہے وہ بعینہٖ آج کل کے نقشہ کے مطابق بنتا ہے۔ پھر حضرت بُدھ نے جو نقشہ کھینچا ہے اپنے دوبارہ آنے کا وہ بھی اسی زمانے کے مطابق بنتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے جو مہدی علیہ السلام کے آنے کی علامتیں بیان کی ہیں وہ بھی ان کے ساتھ ملتی جلتی ہیں تو اب عقلاً دو چیزیں ممکن تھیں ایک یہ کہ ہر نبی اپنی اپنی اُمت میں آتا اور ہر اُمّت دوبارہ زندہ ہو جاتی یا صرف اسلام میں ہی وہ ظاہر ہوتا مگر اسلام میں وہ کس طرح ظاہر ہوتا، ایک شخص کی صورت میں یا پندرہ، بیس، چالیس پچاس انبیاء الگ الگ ظاہر ہو جاتے کہ ہم بھی مسلمان ہیں۔ ہماری طرف آؤ۔ اس طرح تو وہ اسلام کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیتے ایک ہی حل تھا کہ ایک شخص کو تمثیلی طور پر وہ سارے نام عطا کئے جاتے جنہوں نے آنا تھا اور اجتماعی صورت میں ایک شخص ان کا مظہر بن کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کی غلامی

کا دعویدار ہوتا اور یہ ثابت ہو جاتا کہ تمام انبیاء دراصل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں فخر حاصل کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کی اپنی پیشگوئیوں کے مطابق اُن کا آنا ہوا تو اُمتِ محمدیہ میں ہوا اور بحیثیت غلام محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوا۔ یہ وہ مضمون ہے جسے حضرت اقدس نے مختلف اشعار میں کھولا اور اس مضمون میں بھی یہی بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک شیعہ امام اس مضمون پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتے ہیں کہ امام مہدی جب آئے گا (وہ خود تو دعویدار نہیں تھے آنے والے کے متعلق کہہ رہے تھے) تو کبھی وہ یہ کہے گا کہ میں آدمؑ ہوں، پھر کہے گا میں موسیٰؑ ہوں کبھی کہے گا ابراہیمؑ ہوں، کبھی کہے گا میں موسیٰ ہوں، کبھی یہ بھی دعویٰ کریگا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی True Copy ہوں، آپؐ کا ظلِ کامل ہوں اور اس لحاظ سے وہ تمام گزشتہ صالحین اُمت سے افضل ہوگا کیونکہ تمام انبیاء اس میں جلوہ گر ہو جائیں گے یہ پرانوں نے بھی پیشگوئی کی ہوئی ہے۔ انہوں نے کہاں سے نکالی اس لئے کہ وہ قرآن کا فہم رکھتے تھے، احادیث کا فہم رکھتے تھے، اخذ کر کے یا اللہ تعالیٰ سے الہام پا کر یہ باتیں پہلے سے بیان کر دی تھیں تو وہ امام مہدی جو اس تصور کے مطابق آنا ہے اس نے بھی تو یہی کہنا تھا اب تو حضرت مسیح موعود (آپ پر سلامتی ہو) نے یہ کہا تو غلط بات کس طرح کر دی۔

ایک سوال یہ بھی کیا گیا کہ

مجدد ہر صدی پر آتے رہے کیا یہ سلسلہ جاری رہے گا؟

حضور نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

مجددیت خلافت کی قائم مقام ہے

سوال یہ ہے کہ تجدید دین کے متعلق پیشگوئیاں ہیں۔ ان میں کیا خوشخبری تھی اور کیا انذار کا پہلو تھا اور تاریخ اسلام سے ثابت ہوا کہ دونوں پہلو سچے ثابت ہوئے۔ خلافت کے ہوتے ہوئے جب مجددیت کی خبر دی گئی کہ ایک سو سال بعد مجدد آئے گا تو یہ بھی

پیشگوئی تھی کہ سو سال سے پہلے خلافت ہاتھ سے نکل جائے گی۔ ورنہ قرآن کریم نے خلافت کی پیش گوئی کی ہو اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس پیشگوئی کو نظر انداز کر کے کوئی اور پیشگوئی کر دیں! یہ بات درست نہیں ہے تو مجددیت خلافت کے قائم مقام ایک انسٹی ٹیوشن ہے اور واقعہ یہی ہوا کہ اسلام کی پہلی صدی کے ختم ہونے سے بہت پہلے خلافت کا نظام ٹوٹ گیا اور خلافت کا نظام ٹوٹنے کے نتیجہ میں روحانی نظام حکومت سے الگ ہو گیا۔ اور مرکزی نظام دو حصوں میں بٹ گیا، ایک صلحاء اور اولیاء پیدا ہونے شروع ہوئے جنہوں نے اپنے طور پر اسلام کو زندہ رکھنے کی کوشش کی اور اس دوران میں جب بگاڑ پیدا ہوا، ایک سو سال کے بعد تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو مجدد بنایا جو بظاہر خلیفہ بھی تھے لیکن ان کا اصل مقام مجددیت کا تھا کیونکہ خلافتِ راشدہ تو ختم ہو چکی تھی اور انہوں نے اسلام کی عظیم الشان خدمت کی اور بدرسوم کو نکالا اور بہت سی نئی باتیں جاری کیں۔ پھر ایک عرصہ گذرا اور عالمِ اسلام زیادہ پھیل گیا۔ پھر ایک وقت میں ایک سے زیادہ مجدد بھی آتے رہے کوئی ایران میں پیدا ہو رہا ہے کوئی مڈل ایسٹ میں پیدا ہو رہا ہے، کوئی افریقہ میں پیدا ہو رہا ہے، سارے عالمِ اسلام کے لئے ایک مجدد آ ہی نہیں سکتا تھا کیونکہ وسائل کی کمی تقاضا کرتی تھی کہ الگ الگ جگہوں کے لئے الگ مجدد آئیں اور پھر ایک اور بات ہم نے عالمِ اسلام میں دیکھی کہ مجددین میں سے اکثریت نے دعویٰ ہی نہیں کیا۔ اور بہت سے ایسے تھے جن کو بعضوں نے مجدد کہا اور بعض ایسے تھے جن کو بعض دوسروں نے مجدد کہا اور کسی کو بعض تیسروں نے مجدد کہا اور اب کئی لسٹیں مجددین کی بن گئیں تو مَنْ[1] کے اندر جمع کا پہلو بھی موجود تھا اس لئے مجددیت کے پیغام میں نہ تو کوئی دعویٰ شرط تھا نہ اس مجدد کو ماننا

---

[1] اِنَّ اللّٰہ یبعث لِھٰذہِ الامۃ علیٰ رأس کل مائۃ سنۃ مَنْ یُّجَدِّدُ لھا دینھا، کی حدیث میں لفظ مَنْ کی طرف اشارہ ہے۔

ضروری قرار دیا گیا۔ کہیں بھی تمام احادیث میں جن کی تشریح عالمِ اسلام کی تاریخ نے کی ہے یہ بات کہیں نہیں آتی کہ مجدد مامور ہو اور اس کی بات مانی جائے۔ ایک بزرگ ہے جس نے خدمت کی ہے اور خدا نے اس کو عظیم خدمت کی توفیق عطا فرمائی ہے اور گرتے ہوئے حالات کو سنبھالنے کی توفیق بخشی ہے۔ یہ ہے مجددیت کا تصور لیکن خلافت کے مقابل پر جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے کسی مجددیت کا کوئی ذکر نہیں ملتا اگر خلافت راشدہ جاری رہتی اور مجدد پھر الگ الگ کھڑے ہوتے اور دعوے بھی کرتے، اپنی طرف بھی بلاتے تو وحدت کو پارہ پارہ کر دیتے بجائے فائدہ پہنچانے کے۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں مجدد کی پیشگوئی فرمائی وہاں ساتھ یہ بھی خبر دی کہ جب مسیح آئے گا فرمایا :۔

ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ۔

(مسند احمد بحوالہ مشکوٰۃ باب الانذار والتحذیر)

پھر مجددیت نہیں آئے گی بلکہ منہاجِ نبوت پر خلافت جاری ہو جائے گی۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف مجددیت کی پیشگوئی فرمائی ہوتی تو ٹھیک ہے ہم سمجھتے کہ اس قسم کے مجدد آئیں گے لیکن آپ نے خود وضاحت فرما دی کہ مسیح موعود کے آنے کے بعد مجددیت نہیں جاری ہوگی بلکہ خلافت دوبارہ جاری ہو جائے گی۔ یہ ایک ایسی صورت نظر آتی ہے جو معقول ہے اور جس کا ظاہر ہونا بعید از عقل نہیں ہے وہ یہ ہے کہ جب تک خلافتِ راشدہ جاری رہے گی جب ضرورت ہوگی انہی خلفاء میں سے اللہ تعالیٰ مجدد بنا سکتا ہے۔ یعنی سپیشل توفیق کسی خلیفہ کو دے سکتا ہے بعض کاموں کی اس لئے Clash ٹکراؤ بھی نہیں ہو سکتا جب ضرورت ہوگی تو اگر خلافت سچی ہے تو پھر اس کے مقابل پر خدا مجدد کو کھڑا نہیں کرے گا۔ لیکن خدا کے لئے یہ کون سی روک ہے کہ ایک خلیفہ کو غیر معمولی تجدید دین کی توفیق بخش دے لیکن منصبِ خلافت منصبِ مجددیت سے بالا بھی ہے اور ماموریت کا پہلو ان معنوں میں رکھتا ہے کہ خلفاء

چونکہ مامور کے جانشین تھے اس لئے ان کی بیعت اور ان کی اطاعت فرض قرار دے دی گئی۔ ایک یہ منصب ہے اور ایک مجددیت کا ہے جس کی بیعت فرض ہی نہیں، جس کا دعویٰ بھی فرض نہیں تو ظاہر و باہر فرق ہے اس لئے مجددیت کو خلافت سے فضیلت دی ہی نہیں جا سکتی کہاں یہ کہ ایک کے متعلق اُمت کو پابند کر دیا جائے کہ اس کی بیعت کرنی ہے اور اس کی اطاعت کرنی ہے اور کہاں یہ کہ آزاد چھوڑ اہے بلکہ یہ بھی نہیں پتہ کہ کوئی مجدد ہے بھی یا نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کسی بزرگ کے مرنے کے سو سال بعد پتہ لگے کہ وہ مجدد تھے۔ پس مجدّد کا مفہوم آپ سمجھ لیں تو پھر آپ کے ذہن میں کوئی CLASH پیدا نہیں ہوگا۔ احمدیّت کی تعلیم اور ان کی مجددیت کی احادیث میں بلکہ تمام اسلامی تعلیم کو مدّ نظر رکھ کر بات کریں گی تو ایک نہایت خوبصورت سلجھی ہوئی اور ایک جاری شکل نظر آئے گی جس میں کوئی ذہنی CLASH نہیں ہے۔

اس سوال پر کہ

اگر عورت برقع پہننا چاہے اور شوہر اجازت نہ دے تو کیا کرے۔

حضور نے جواب دیا۔

یہ بھی کیسے شوہر ہیں!

ایسے شوہر کے متعلق مجھے چٹھی لکھیں۔ اب وہ کہیں گی اگر چٹھی لکھنے کی اجازت نہ دے اگر ایسا ہے تو پھر خدا سے شکایت کریں اور کیا کیا جا سکتا ہے۔

ایک بہن نے کہا قرآن خوانی کے ضمن میں ایک یہ بھی رسم ہے کہ

غیر از جماعت بہنیں گھروں میں سیپارے بانٹ دیتی ہیں کہ یہ سیپارہ تم پڑھ کر فلاں کو بخشوا دو۔ اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

حضور نے فرمایا:۔

قرآن کریم زندوں کے لئے ہے نہ مُردوں کے لئے

میں پہلے بھی اس کا جواب دے چکا ہوں۔ یہ عجیب و غریب بات ہے۔ قرآن کریم تو زندوں کے لئے ہے تاکہ زندہ لوگ اس کو پڑھ کر اور اس کی تعلیم پر عمل کر کے اپنے اندر تبدیلی پیدا کریں نہ کہ مردوں کے لئے، مردوں سے اس کتاب کا کیا تعلق ہے جو زندوں کی کتاب تھی اس کو مردوں کی کتاب میں تبدیل کرنا ظلم ہے۔

سوال:۔ **کیا میک اَپ میں نماز جائز ہے**

میک اَپ اور نماز

حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ نامحرم نہیں نماز میک اَپ میں جائز ہے۔

ایک بہن نے سوال کیا کہ

کیا نیل پالش سے وضو ٹوٹ جاتا ہے

حضور نے فرمایا

نیل پالش سے وضو نہیں ٹوٹتا

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نیل پالش سے وضو نہیں ہوتا غلط کہتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ناخن کو پانی نہیں لگتا۔ یہ محض لغو باتیں ہیں، جو لوگ یہ کہتے ہیں ان میں سے بعض اتنے گندے رہتے ہیں کہ ان کے اُوپر نیل پالش سے موٹی تہہ غلاظت کی چڑھی ہوتی ہے ان کا وضو بھی ہو جاتا ہے غسل بھی ہو جاتا ہے۔ پھر یہ بیچاری نیل پالش ہی ہے جو ان کا وضو نہیں ہونے دیتی یہ سب توہمات ہیں۔

ایک بہن نے سوال کیا کہ

غیر احمدی مسلک کے مطابق منعقد کی جانے والی عید میلاد النبیؐ کی تقریبات پر جب غیر از جماعت بہنوں کی طرف سے دعوت نامے آتے ہیں تو ہمیں اُن کی تقریبات میں شامل ہونا چاہیئے یا نہیں ؟

حضور نے فرمایا۔

عید میلاد النبیؐ کی تقریبات۔ ایک لمحۂ فکریہ !

اس سوال کے پہلے حصے کا جواب یہ ہے کہ ضرور جائیں، شوق سے جائیں۔ آپ کو ان مجالس میں شامل ہونا چاہیے۔ آپ کو پتہ بھی چلے گا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان کا تصور کیا ہے اور آپ کا کیا ہے اور آپ کے دل میں شکر کے جذبات پیدا ہوں گے کہ حضرت مسیح موعود (آپ پر سلامتی ہو) نے ہمیں کتنے عظیم الشان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے متعارف کروایا ہے جبکہ یہ لوگ ظاہری باتوں کو پکڑ کر بیٹھ گئے ہیں اور جانتے ہی نہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام کتنا بلند ہے پس اس سے بہت فائدے پہنچیں گے۔

جہاں تک اس سوال کے دوسرے حصّے کا تعلق ہے، میں یہ کہوں گا کہ جب وہاں جائیں تو ان کی بدرسموں میں شامل نہ ہوں مثلاً وہ سمجھتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان محفلوں میں حاضر ناظر ہیں۔ جو صفت صرف خدا کی ہے۔ خدا حاضر ناظر ہے یعنی جہاں بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آتے ہیں اور دیکھنے لگ جاتے ہیں۔ اس لئے فوراً ادب سے کھڑے ہو جاؤ۔ یہ شرک ہی شرک ہے۔ انہوں نے دین کی خاطر شرک کو قبول کر لیا۔ یہ کوئی علمی رسم نہیں ہے بلکہ ایسی بدرسم ہے جس میں شرک آ جاتا ہے اور رسمی قرآن خوانی کی نسبت زیادہ خطرناک ہے شرک سے کلیۃً پرہیز ضروری ہے۔

بعض غیر احمدی علماء بھی اس کو شرک سمجھتے ہیں۔ میں نے ان کی کتابیں پڑھی ہیں جن میں لکھا ہے کہ انہوں نے مولود کے ذقت کھڑے ہونے والوں سے سوال کیا کہ آپ جو حاضر ناظر مانتے ہیں تو کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری ہر حرکت دیکھ رہے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہاں جی ہر حرکت دیکھ رہے ہیں تو پھر اول تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر ہر وقت کھڑے رہنا چاہیئے اور با ادب کھڑے رہنا چاہیئے۔ اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اگر وہ حاضر ناظر ہیں تو انسان کو بعض ذاتی حوائج پیش آتی ہیں مثلاً وہ غسلخانے بھی جاتا ہے اور بھی اسی قسم کی کئی ضرورتیں ہوتی ہیں تو اس وقت بھی نعوذ باللہ من ذالک آپ یہ سمجھیں گے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے ہیں، ان معنوں میں جن معنوں میں انسان دیکھتا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں اس وقت بھی دیکھ رہے ہوتے ہیں تو پھر کیا ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا وہ شرم کے مارے نظریں جھکا لیتے ہیں۔

یہاں تک لغویات کو پہنچا دیا گیا ہے تو لغویات کے ایک کنارے سے جب کوئی داخل ہوگا تو دوسرے کنارے تک ضرور پہنچے گا۔ اس چینل Channel میں داخل ہو جائیں تو پھر نکل نہیں سکتا، واپسی کا کوئی راستہ نہیں۔ اس لئے داخل ہی نہ ہوں۔ یہ محض لغو تصورات ہیں جنہوں نے اسلام کو داغدار کر دیا ہے۔ احمدیت نے اسلام کو دوبارہ زندہ کرنا ہے۔ کسی کے کہنے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ احمدیوں کو ان کو کہنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے نہ یہ کہ دوسروں کی باتیں ماننے کے لئے۔ ان کو کہیں کہ یہ بات بنیادی عقیدہ میں داخل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا نہیں ہیں۔ توحید حقیقی کے قیام کی خاطر تو آپ نے ساری زندگی خرچ کی تو خدا کی توحید کے پیغام کو مرنے دیں اس سے بڑی بے وفائی اور کیا ہو سکتی ہے۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عشق کا تقاضا یہ ہے کہ آپ نے توحید کا جو پیغام دیا ہے اس کو زندہ رکھیں۔ ادھر

بات جو توحید پر حملہ آور ہو رہی ہے اس کا مقابلہ کرنے کے لئے سینہ سپر ہو جائیں ہمیں جو سامنے دیتے ہیں بے شک دیں لیکن ہم توحید کے پیغام کو بہر حال زندہ رکھیں گے۔

ایک دلچسپ سوال جو قریباً ہر مجلس میں ضرور اٹھایا جاتا ہے وہ جنوں کے متعلق ہوتا ہے۔ چنانچہ کراچی میں بھی ایک بہن

جنوں کے متعلق جاننا چاہتی ہیں۔

حضور نے فرمایا۔

جنّوں کی حقیقت

قرآن کریم میں جنوں کے وجود کا ذکر ہے تو وہ ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ نہیں ہیں۔ لیکن جنوں پر ایمان لانے کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں۔ بعض وجود ہیں جو ایمانیات میں داخل ہیں مثلاً ملائکہ ہیں ان پر ایمان کا ذکر ملتا ہے۔ لیکن جنوں پر ایمان کا قرآن کریم میں ذکر نہیں ملتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جنوں سے ایسا تعلق قائم نہ کریں کہ ان کی باتیں مانی جارہی ہیں۔ ان سے محبت کے مراسم پیدا ہو رہے ہیں بلکہ دنیا میں بہت سارے وجود ہیں، پہاڑ ہیں، دریا ہیں، آپ ان کو مانتی ہیں۔ اسی طرح سمجھ لیں کہ جن بھی کوئی مخلوق ہوگی۔ لیکن وہ جن بہر حال نہیں ہے جو مولوی قابو کر لیتا ہے، جس سے دل رام کئے جاتے ہیں اور ان کی طرف بہت سی ایسی حرکتیں منسوب کی جاتی ہیں جن کا شرعاً کوئی جواز ہی نہیں ہے۔ قرآن کریم میں ایسے جن کا کوئی ذکر نہیں ملتا قرآن کریم میں جنات کی جو قسمیں بیان ہوئی ہیں ان میں بکثیریا بھی شامل ہیں، ان بڑے بڑے لوگوں کو بھی جن کہا گیا ہے، ان میں چھوٹے لوگوں کو "الناس" اور بڑے لوگوں کو "جن" قرار دے کر انہی اصطلاحوں میں پیشگوئی کی گئی ہے کہ آئندہ زمانہ میں Capitalist سرمایہ دار اور عوامی طاقتیں الگ الگ ہو جائیں گی۔ پھر ان لوگوں کو بھی جن کہا

گیا ہے جو عوام الناس سے نہیں ملتے اور الگ ہو جاتے ہیں' سوسائٹی سے کٹ جاتے ہیں۔ پردہ دار عورتوں کو بھی جن کہا گیا ہے اور مخلوقات بکٹیر یا (جراثیم) کے علاوہ عربی اصطلاح میں سانپ کو بھی جن کہا گیا ہے۔ چنانچہ ان معنوں میں عورتوں کا الگ ہونا بڑائی اور احترام کے لئے ہے جس طرح بڑے لوگ اپنی عورتوں کو غیر اسلامی سوسائٹی میں بھی پردہ کراتے ہیں۔ Royal Family (شاہی خاندان) میں بھی ایک خاص انداز کی جالی استعمال کی جاتی ہے جو احترام کا نشان ہوتی ہے۔ اگر اس میں تذلیل ہوتی تو آزاد سوسائیٹیوں میں گھٹیا عورتوں سے پردہ کرایا جاتا اور رائل فیملی کی عورتیں بے پردہ پھرتیں۔ لیکن یہاں معاملہ اُلٹ ہے۔ رائل فیملی کی عورتیں پردہ میں پھر رہی ہیں اور عام عورتیں بغیر پردہ کے یہ بتانا مقصود ہے کہ پردہ عزت واحترام کے خیال سے ہے۔ اس لئے عورتوں کو جو جن کہا تو معزز جن مراد ہیں' بُرے معنوں میں نہیں۔

غرض عربی اصطلاح میں جن کے معنی ہیں مخفی مخلوقات، سانپ یا بِلوں میں رہنے والی مخلوق پہاڑی قومیں جو عام طور پر میدانوں میں بسنے والوں سے الگ رہتی ہیں ایسی قومیں جن میں اشتعال پایا جاتا ہے اور بغاوت کی روح پائی جاتی ہے' ایسی قومیں جو بڑی قوی ہیں اور بڑی شدید ہیں جن میں جفاکشی کے مادے پائے جائیں جن کہلاتی ہیں۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو جن جنوں پر فتح دی گئی تھی قرآن کریم سے ثابت ہے کہ وہ اسی قسم کی قومیں تھیں۔

پس قرآن کریم میں جن کے جتنے معنے ہیں وہ سب درست ہیں لیکن حقیقتاً عام طور پر معاشرہ میں جن کا سوال ہوتا ہے تو چونکہ اس سے مراد وہ جن ہوتا ہے۔ جن کا قرآن کریم میں کوئی ذکر نہیں ملتا' صرف مولوی کے تصور کی ایجاد ہے۔ اس لئے ہم اس قسم کے جن کو نہیں مانتے۔

کراچی کی ایک اور بہن کی طرف سے جتنا زیادہ مشکل اور علمی سوال تھا جواب اتنا ہی

زیادہ دلچسپ خیال افروز اور فکرانگیز تھا ۔ سوال یہ تھا کہ

علم نجوم سے کیا مراد ہے ؟ نیز دست شناسی کی کیا حقیقت ہے ؟

حضور نے فرمایا

قسمت کی لکیریں یا مزاج کی تعبیریں

علم نجوم کے ذریعہ آج کل دنیا میں بڑی بڑی معلومات حاصل ہو رہی ہیں Astronomy علم نجوم کے ذریعہ ساری دنیا میں رونما ہونے والے واقعات کو سٹڈی کیا جا رہا ہے ۔ اس حد تک تو علم نجوم درست ہے ۔ مگر یہ کہنا کہ فلاں ستارے نے فلاں کی قسمت بنائی ہوئی ہے اور اس کی سٹڈی سے فلاں کی زندگی میں یہ یہ واقعات رونما ہوں گے ، یہ سب گپ شپ ہے ۔ اسی طرح ہاتھ دکھا کر قسمت کا حال معلوم کرنا بھی محض گپ ہے ۔ واقعتہً یہ تو ممکن ہے کہ ہاتھ کی بناوٹ سے انسانی مزاج اور اس کے اثرات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہو جس طرح پاؤں دیکھ کر عرب بھی قیافہ شناسی کیا کرتے تھے ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو درست قرار دیا ۔ اس حد تک تو دست شناسی درست ہے ۔ لیکن یہ خیال کرنا کہ ہاتھوں کی لکیروں میں قسمت بنی ہوئی ہے اور یہ یہ واقعات رونما ہوں گے ، یہ سب گپیں ہیں ۔ چنانچہ بعض بڑے بڑے مشہور نجومی تھے جو احمدی ہوئے تو انہوں نے اس پیشہ سے توبہ بھی کی اور خود اپنے قصے بھی سنائے کہ جو دست شناسی کیا کرتے تھے اس کی اصل حقیقت کیا تھی ۔ وہ کہتے ہیں ، ایک لمبے تجربے سے ہم انسانوں کا مزاج سمجھنے لگ جاتے ہیں بعض الفاظات کا ہمیں علم ہے کہ ہوتے رہتے ہیں اور ہمیں یہ بھی پتہ ہے کہ اگر ہم چار پانچ باتیں بیان کریں ، چار ان میں سے نہ ہوں پانچویں ہو گئی ہو تو اکثر بیان کرنے والا چار کا ذکر نہیں کرتا صرف پانچویں کا ذکر کر دیتا ہے اور نجومیوں کا خوب پروپیگنڈہ ہوتا ہے کہ فلاں نجومی

نے فلاں بات کی تھی وہ بالکل پوری ہوگئی اور اس نے جو ساتھ دس گپیں ملائی تھیں ان کو بیان کرنے والے چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ انسانی فطرت کا ایک چسکا ہے کہ فلاں نے ایک واقعہ بیان کیا اور وہ اس طرح ہوا۔ تو احمدی نجومیوں کا یہ کہنا تھا کہ انسانی فطرت کی ان ساری کمزوریوں کو مدِ نظر رکھ کر نجومی کامیاب ہو جاتے ہیں لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ ہاتھ کی لکیروں سے کچھ نہیں پڑھتے۔

ایک اندازہ۔ ایک حقیقت

فرمایا ایک دفعہ لندن یونیورسٹی میں ہم ایک جگہ ایک پارٹی میں جمع تھے۔ مختلف یونیورسٹیوں کے طلبہ کا ایک بڑا دلچسپ Academic (ایکڈیمک) اجتماع تھا۔ میں بھی وہاں گیا ہوا تھا۔ طلبہ سے باتوں باتوں میں پامسٹری (دست شناسی) کے متعلق بات شروع ہوگئی۔ میں نے ان سے کہا کہ پامسٹری ہے تو گپ شپ لیکن اس کے باوجود یہ ہو سکتا ہے کہ آدمی بڑے اچھے اچھے اندازے لگائے۔ اس نیت سے اگر تم مجھے ہاتھ دکھانا چاہتے ہو تو میں دیکھ لیتا ہوں۔ میں ایسے اندازے تمہیں بتاؤں گا کہ تم حیران ہو جاؤ گے۔ اور یقین ہو جائے گا کہ بغیر لکیروں کے بھی انسان Features کو کسی حد تک پڑھ سکتا ہے۔ ایک صاحب تھے جو بعد میں بی بی سی کے ایک بڑے افسر بنے۔ انہوں نے اپنا ہاتھ دکھایا۔ میں نے ان کا ہاتھ دیکھ کر کہا کہ آپ کی شادی شدہ زندگی نہایت تلخ گزرے گی یہاں تک کہ بہت دکھوں میں آپ مبتلا رہیں گے۔ آپ کو پہلی تسکین جو نصیب ہوگی وہ تقریباً پچپن سال میں ہوگی۔ اس وقت تک آپ کی زندگی بڑی تلخ گزرے گی۔

ایک مدت کے بعد جب میں ۱۹۷۸ء میں لندن گیا۔ آصفہ بھی میرے ساتھ تھیں نوری صاحب کے ہاں ہم ٹھہرے ہوئے تھے۔ میرے کسی دوست نے ان صاحب

کو تبا دیا کہ میں لندن میں آیا ہوں ۔ اس نے غوری صاحب سے بار بار پتہ کیا۔ غوری صاحب نے مجھے بتایا کہ ایک صاحب آپ سے ملنے کے بہت مشتاق ہیں بار بار فون آ رہے ہیں ۔ بی بی سی میں ہیں۔ پہلے تو مجھے یاد نہیں تھا پھر خیال آیا کہ وہی صاحب ہوں گے جنہوں نے مجھے اپنا ہاتھ دکھایا تھا ۔ چنانچہ فون پر اُس سے بات ہوئی وہ کہنے لگے آپ تو کہتے تھے کہ پامسٹری میں کچھ نہیں ہے لیکن آپ نے جو بیوی کے متعلق خبر دی تھی وہ تو سو فیصد سچی نکلی ۔ بتائیں کس طرح پتہ لگایا تھا آپ نے ؟ میں نے کہا، ہوا کیا ؟ کہنے لگے ۔ وہی ہُوا جو آپ نے کہا تھا۔ میں نے بڑی تلخ زندگی گزاری اور اب میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے ۔ مگر یہ بتائیں آپ نے کیسے اندازہ لگایا تھا ۔ میں نے کہا بات یہ ہے کہ میں آپ کا مزاج سمجھتا تھا ۔ آپ نہایت اچھی اور نفیس طبیعت کے آدمی ہیں لیکن آپ جو گرل فرینڈ ساتھ لائے تھے جس کے متعلق نظر آتا تھا کہ آپ اس کے ساتھ شادی کرنے والے ہیں وہ ایک Crude قسم کی عورت تھی اگرچہ وہ جسمانی لحاظ سے آپ کو Attract کر رہی تھی ۔ لیکن دو تین باتوں سے اندازہ ہو گیا کہ وہ مزاجاً ساتھ چل ہی نہیں سکتی ۔ چند دن کی لذتیں ہیں جو ختم ہو جائیں گی ۔ لیکن پھر جب مزاج زندہ رہتا ہے یعنی ثقافت کا مزاج تو وہ اصل چیز ہے ۔ جسمانی حسن تو کچھ عرصے کے بعد ماند پڑ جاتا ہے چنانچہ میں نے یہ اندازہ لگایا کہ جب یہ کشش ختم ہو جائے گی تو آپ جیسے نفیس آدمی کے لئے ایسی Crude عورت کے ساتھ رہنا جہنم بن جائے گا ۔ مجھے یہ علم نہیں تھا کہ آپ پچپن سال کی عمر میں طلاق دے دیں گے ۔ میں نے تو یہ اندازہ لگایا تھا کہ بوڑھے ہو کر آہستہ آہستہ چین آ ہی جائے گا ۔ آپ گزارہ کر جائیں گے ۔ انہوں نے کہا خیر یہ بات پھر طلاق کے ذریعہ پوری ہوئی ہے ۔

یہ میں نے مثال اس لئے دی ہے کہ ایک اندازہ ہو جاتا ہے ، کچھ ہاتھوں کی طرز انسان کا مزاج بتا دیتی ہے ، بعض بیماریوں کے نتیجہ میں بعض ہاتھوں کی شکلیں بدل جاتی

ہیں جن سے بیماریوں کی بھی تشخیص ہو جاتی ہے۔ مثلاً Lungs کمزور ہوں تو ہاتھ کی ایک خاص قسم کی شکل بن جاتی ہے۔ آنکھوں پر بھی بیماریوں کے اثر پیدا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ آج کل جرمنی میں باقاعدہ ایک سائنس Develop ہو رہی ہے جو ایلوپیتھی طریق علاج میں مدد دے رہی ہے۔ ڈاکٹر صرف آنکھوں کا رنگ دیکھتے ہیں اور بیماری کی تشخیص کر دیتے ہیں۔ یہ محض ذہانت ہے جو خبر دیتی ہے۔ لکیریں خواہ مخواہ بہانہ بنا ہوا ہے اور لوگوں کو بے وقوف بنا کر اُسے پیسے بٹورنے کا ذریعہ بنایا ہوا ہے۔ اس سے زیادہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

ایک خاتون نے حضور سے پوچھا۔

کیا شادی میں ڈھولک بجانے کی اجازت ہے؟

حضور نے فرمایا

شادی میں ڈھولک بجانا منع نہیں

شادی میں ڈھولک جتنا چاہیں بجائیں، یہ منع نہیں ہے، گانا بھی گائیں۔ آخر شادی اور موت میں کچھ فرق تو ہونا چاہیئے لیکن ایسے مواقع پر ناجائز رسمیں نہ کریں۔ ناجائز رسمیں بظاہر معصوم بھی ہوں تو نہ کریں کیونکہ وہ معاشرہ کو بوجھل بنا دیں گی اور مصیبتوں میں مبتلا کر دیں گی لیکن اسلام نے جس حد تک جائز خوشی کا اظہار رکھا ہوا ہے اس میں منع نہیں کرنا چاہیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جب مدینہ تشریف لے گئے تو وہاں کی بچیاں دُف بجا رہی تھیں جو ڈھولک ہی کی ایک قسم ہے اور گیت گا رہی تھیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے منع نہیں کیا بلکہ پسند فرمایا۔ آپؐ کے ساتھ مرد بھی تھے انہوں نے بھی سُنا۔

فرمایا۔ اس سے قبل بھی بیت مبارک ربوہ میں بھی ایک سوال ہوا تھا وہاں بھی میں

نے یہی جواب دیا تھا کہ اگر عورت کی آواز میں پاکیزہ گیت گایا جا رہا ہو۔ اور اس کے نتیجہ میں شر پیدا نہ ہوتا ہو تو کہاں منع کیا ہوا ہے۔ خدا نے۔ اگر عورت کی آواز سننا منع ہے تو مرد کی بھی منع ہونی چاہیئے، وہ عورت کے دل میں تحریک پیدا کرے گی۔ پس اگر اشعار صاف اور پاکیزہ ہیں مثلاً دُرِّثمین کی نظمیں ہیں اس کے نتیجہ میں گند پیدا ہو ہی نہیں سکتا' یہ محض لغویات ہے۔ اگرچہ ڈھولک بجانے کی بات اور ہے۔ لیکن اس میں بھی اگر اس قسم کے گیت گائے جائیں جن سے معاشرہ میں گند نہ پھیلے تو جائز ہے لیکن ڈھولک پر گندی گالیاں دینا اور سٹھنیاں دینا لغویات ہیں ان کو آپ اختیار نہ کریں۔ عام گیت چھیڑ چھاڑ کے۔ پیار کی باتیں ہیں مذاق بھی ہوتے ہیں' جائز ہیں اُس میں گندگی اور غلاظتیں نہیں ہونی چاہئیں۔

کراچی میں بھی خواتین کی مجالس سوال و جواب میں فوتیدگی کی رسموں کا کئی بار ذکر ہوتا رہا۔ چنانچہ اس مسئلہ کے متعلق ایک بہن نے یہ سوال کیا کہ

کسی کے فوت ہونے پر گھر والوں کو کھانا کھلانے کا جو رواج ہے، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

حضور نے فرمایا۔

فوتیدگی پر کھانا بانٹنے کی رسمیں

فوتیدگی میں کھانا بانٹنے کا تصور بالکل لغو، بے معنی اور بے جوڑ بات ہے۔ سوائے اس کے کہ صدقہ دے کوئی۔ اور آپ کسی کے مرے ہوئے کا صدقہ تو نہیں کھائیں گے اس لئے ظاہر بات ہے کہ آپ اس کو رد کر دیں گی۔ اگر لوگ یہ کہیں کہ اس کے کھانے سے فوت ہونے والے کو ثواب پہنچتا ہے تو یہ ایک بیہودہ اور لغو رسم ہے جس کا شریعت

میں کوئی بھی جواز نہیں ہے، اس لئے بھی اس کو رد کر دیں۔ ویسے بھی نامناسب بات ہے دکھ کے موقع پر کھانے تقسیم کرنا ایسی بیہودہ رسم ہے اس کو توڑنا چاہیئے۔

جس کا کوئی فوت ہو جائے اس کا لوگوں میں کھانا تقسیم کرنا بے معنی اور لغو بات ہے، اس سے پرہیز کریں، نہ ایسے کھانے کھائیں نہ ایسی حرکت کریں جب کوئی فوت ہو جاتا ہے چند دن ایسے آتے ہیں کہ اُن دنوں میں ملنے والے بہت، تعزیت والے بہت، انتظام کی مشکلات اور لبا اوقات فوت ہونے والے ایسے بھی ہوتے ہیں جنہوں نے نقدی پیچھے نہیں چھوڑی ہوتی اس وقت اُن کے بچوں یا بیویوں کے لئے پیسے مانگنا اور گھر کے اخراجات چلانا یہ مزاج کے خلاف بات ہے۔ اس لئے وہ کھانا تعاون باہمی کا ایک اظہار ہے اگر دکھاوے سے پاک ہو۔ حضرت میر محمد اسماعیل صاحب رسموں کے بہت خلاف تھے۔ انہوں نے اس خیال سے ایک نظم لکھی جس کا ایک مصرعہ یہ تھا۔

ع   نہ غم کے عذر سے زردے پلاؤ فرنیاں آئیں

یعنی میں جب مَروں تو مجھے اس ظلم سے باز رکھنا کہ غم کے بہانے تم بڑی بڑی پُر تکلف دعوتیں بھیج رہے ہو۔ مناسب کھانا جو ایسے موقعوں کے لئے مناسب ہو بھیجنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور بعض دفعہ ہم چاول بھی ساتھ بھیج دیتے ہیں اس لئے کہ ان دنوں بعض بیمار ہوتے ہیں، اُن کے کام آجائیں۔ اور کچھ دن کے بعد اگر کچھ میٹھا بھی بھیج دیں تکلف سے پاک رہ کر تو منع نہیں ہے لیکن جہاں بھی یہ رسمیں تکلف میں داخل ہو جائیں گی اور سوسائٹی پر بوجھ بن جائیں گی وہاں منع کرنا پڑے گا۔ اس لئے حدِ اعتدال میں رہا کریں۔ اصل تعلیم اسلام کی حدِّ اعتدال ہے جب نظام کی طرف سے دخل دیئے جاتے ہیں تو ہمیشہ حدِّ اعتدال کو توڑنے کی وجہ سے دیئے جاتے ہیں۔ اگر آپ مناسب حد تک محض تعاون باہمی اور ہمدردی کے طور پر اور ان لوگوں کو انتظامی مصیبتوں سے نجات دینے کے لئے چند دن ریا سے پاک رہ کر مخفی طور پر کھانے بھجوائیں تو ٹھیک ہے لیکن اگر مجمعے سج کر جائیں

اور پتہ ہو کہ فلاں کے گھر سے آرہے ہیں تو پھر ریاکاری پیدا ہوگی اس سے بچنا چاہیئے۔

ایک بہن نے سوال کیا۔

کیا خلیفۂ وقت سے پردہ ضروری ہے ؟

حضور نے فرمایا۔

خلیفۂ وقت سے پردہ ضروری ہے

خلیفۂ وقت سے پردہ نہ کرنے کا یہ عذر کہ وہ روحانی باپ ہوتا ہے درست نہیں۔ پردے کی مختلف قسمیں ہیں۔ ایک ہے چہرہ ڈھانپنا اور اپنے آپ کو سمیٹ کر رکھنا۔ یہ پردہ ہر ایک سے ضروری ہے۔ خلیفۂ وقت سے بھی ضروری ہے۔ لیکن گھر کے ماحول میں جس طرح بعض عزیز آتے رہتے ہیں۔ ان سے یہی پردہ کافی ہے۔ یعنی اپنے آپ کو ڈھانک کر رکھنا اور چہرہ چھپانا ان سے ضروری نہیں ہوتا۔ ہم گھروں میں بے پردگی کی اجازت نہیں دیتے بلکہ Relax پردہ اس خیال سے کہ وہاں ماں باپ بھی موجود ہوتے ہیں کسی قسم کے خطرات نہیں ہوتے اور روزمرہ کا آنا جانا ہے وہاں ہر دفعہ سمیٹ کر کہاں تک بیٹھا جا سکتا ہے۔ اس لئے وہ بھی پردہ ہی ہے۔ لیکن پردے کی نرم قسم ہے۔ اس کی اجازت دی جاتی ہے۔ خلیفۂ وقت کے سامنے جب آپ آتی ہیں یا اپنے کسی اور بزرگ کے سامنے جاتی ہیں تو اس وقت نرم پردہ کرنا منع نہیں ہے۔ لیکن پردے کی روح کو بہر حال قائم رکھنا چاہیئے۔ یہ بات ہے جسے آپ ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔ بعض دفعہ ایسی بچیاں ہوتی ہیں جو خلیفۂ وقت کے سامنے اسی طرح بے تکلفی سے بیٹھ جاتی ہیں جس طرح اپنے ماں باپ کے سامنے بیٹھی ہوتی ہیں۔ ان میں زیادہ میں بیچ کرنا دخل اندازی کرنا مناسب نہیں ہوتا حسب حالات سمجھ آجاتی ہے انسان کو کہ کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ مگر اصولی تعلیم یہی ہے جس کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔

چہرہ کی Relaxation خلیفۂ وقت کے علاوہ بھی ہے اور مناسب ماحول میں اگر یہ Relaxation ملے تو منع نہیں۔ لیکن جو عورتیں پورا پردہ کرتی ہیں ان کو میں نے کبھی منع نہیں کیا۔ نہ حضرت مصلح موعود (نور اللہ مرقدہٗ) اور خلیفۂ ثالث (نور اللہ مرقدہٗ) نے کبھی منع کیا تھا۔ بعض بچیاں سمٹ کر بیٹھتی ہیں مجھے خوشی ہوتی ہے جو یہاں پابندی کرتی ہیں وہ باہر جاکر اور بھی زیادہ کرتی ہوں گی۔

اس سوال پر کہ

کسی فوت شدہ عزیز کو ثواب کس طرح پہنچایا جائے؟

حضور نے جواب دیا۔

صدقہ جاریہ کی حقیقت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت سے یہ بات ثابت ہے کہ اگر کوئی اپنی زندگی میں نیکیاں کرتا ہو اُن کو اس کی موت کے بعد بھی جاری رکھنا جائز ہے اگر زندگی میں قرآن نہیں پڑھتا مرنے کے بعد اُسے قرآن بخشوایا جائے تو یہ لغو بات ہے۔ ایک شخص نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ میری ماں صدقہ وخیرات بہت کیا کرتی تھی اور اس کی خواہش تھی کچھ دینے کی لیکن وہ اس سے پہلے فوت ہوگئی تو میرے لئے کیا حکم ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس کی طرف سے صدقہ دو۔ اس کا ثواب خداتعالیٰ اس کو دے گا۔ یعنی وہ نیکی کی نیت کرنے والی تھیں۔ لیکن موت حائل ہوگئی۔ اب اس کو جاری رکھنا منع نہیں۔ اس لئے جماعت میں اپنے بزرگوں کی طرف سے چندے دینا جائز سمجھا جاتا ہے اور اس کو کثرت سے رواج دیا جاتا ہے۔ چنانچہ ہم بھی اپنے ماں باپ کی طرف سے چندے دیتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ دیتے تھے۔ لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ نادہندکا چندہ میں دینا شروع کر دوں

اس کا اُسے ثواب ملے گا تو یہ لغو بات ہے۔ ایک آدمی خود تو ساری عمر چندہ نہ دیتا ہو۔ اور اس کا بچہ مخلص بن جائے اور کہے میں اپنے باپ کے چندے پورے کروں گا تو وہ اسی بچہ کے نام لگیں گے اس کے نادہند بزرگ کے نام نہیں لگیں گے تو جواز اس بات کا ہے کہ کسی سے جو نیکی ثابت ہو خصوصاً جو منفعت بخش نیکی ہو اس کو آگے جاری رکھنا جائز ہے اور اس کا ثواب بھی مل جاتا ہے۔

کراچی کی ایک غیر از جماعت نے یہ سوال کیا کہ

آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے والے سارے جنتی ہیں ؟

حضور نے فرمایا:

خدا کے سوا کوئی بھی کسی کو جنتی نہیں بنا سکتا

یہ امر واقعہ ہے کہ ہر چیز میں غلو نقصان پہنچاتا ہے۔ اگر ہم یہ عقیدہ بنائیں کہ بہشتی مقبرہ میں مدفون ہر آدمی جنتی ہو گا تو عملاً یہ عقیدہ بن جائے گا کہ مجلس کارپرداز جو Certificate جاری کرتی ہے وہ گویا جنت کا پروانہ ہوتا ہے۔ یہ بات درست نہیں ہے۔ ہم اس پر ہرگز یقین نہیں رکھتے بہشتی مقبرہ اصل وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسمان پر قائم کیا جا رہا ہے۔ تاہم حضرت مسیح موعود (آپ پر سلامتی ہو) کے نظام وصیت میں جو شخص پورے اخلاص سے شامل ہوتا ہے اور اخلاص کے ساتھ اس پر قائم رہتا ہے اور وصیت کی شرائط کو پورا کرتا ہے۔ ایسے لوگوں کے متعلق ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کے متعلق یہ خوشخبری ہے کہ وہ جنتی ہیں۔ وہ بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے سے محروم بھی رہ جائیں گے تب بھی جنتی ہوں گے۔ لیکن اگر کوئی شخص بظاہر اس قربانی کی روح کے ساتھ آگے آتا ہے اور

اپنی آمد ہی صحیح نہیں بتاتا اور دُنیا کے علم کے مطابق نہیں پکڑا جاتا تو آپ کس طرح کہہ سکتی ہیں کہ وہ بہشتی ہے۔ پس یہ نیک اعمال ہیں جو کسی کو بہشتی بناتے ہیں۔ اس لئے یہ تو ہو سکتا ہے کہ کوئی دھوکا دے کر نظامِ وصیت میں داخل ہو جائے گا لیکن خدا کو وہ Gate crash نہیں کر سکتا۔ اس لئے ایسا دعویٰ نہیں کرنا چاہیئے۔ ہاں ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے خدا پر حُسنِ ظن رکھتے ہیں۔ ہم اُمید رکھتے ہیں کہ وہ شخص جس کو ساری عمر قربانی کی ایک غیر معمولی توفیق ملی اور اللہ تعالےٰ نے اس کی پردہ پوشی فرمائی۔ ہم اُمید کرتے ہیں اور دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے مغفرت کا سلوک فرمائے گا اور غالب اُمید ہے کہ وہ جنّت میں جائے گا۔ لیکن دُنیا میں کسی انسان کا فیصلہ خواہ وہ کسی مقام کا بھی ہو جب تک خدا اُسے خبر نہ دے دے وہ کسی کو جنتی نہیں بنا سکتا۔

نام کتاب ــــــــــــــــــ مجالس عرفان

مرتبہ ــــــــــــــــــ امۃ الباری ناصر

طبع ــــــــــــــــــ پنجم (مارچ ۲۰۰۹ء)

شمارہ ــــــــــــــــــ ۲۲

تعداد ــــــــــــــــــ ایک ہزار

کتابت ــــــــــــــــــ خالد محمود اعوان

پرنٹر ــــــــــــــــــ محمد وحید احمد، وحید منظور میر

مطبع ــــــــــــــــــ پرنٹ گرافکس ڈیزائنر اینڈ پرنٹرز

0300-2260712
0300-2560760

پبلشر ــــــــــــــــــ لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی احمدیہ ہال صدر کراچی

نوروں نہلائے ہوئے قامتِ گلزار کے پاس
اِک عجب چھاؤں میں بیٹھے رہے ہم یار کے پاس

تم بھی اَے کاش کبھی دیکھتے سُنتے اُس کو
آسماں کی ہے زباں یار طرح دار کے پاس

یہ محبت تو نصیبوں سے ملا کرتی ہے
چل کے خود آئے مسیحاء کسی بیمار کے پاس

یونہی دیدار سے بھرتا رہے یہ کاسۂ دِل
یونہی لاتا رہے مولا ہمیں سرکار کے پاس

پھر اسے سایۂ دیوار نے اُٹھنے نہ دیا
آ کے اِک بار جو بیٹھا تری دیوار کے پاس

تو آ کر خوش ہے یہاں مجھ سے تو پھر حشر کے دن
ایک تیری ہی شفاعت ہو گنہگار کے پاس

عبیداللہ علیم